قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ
الفضل
لندن

مدیر ابو سعید

بدھ 10 جون 2020ء | 18 شوال 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ: 139

ارشاد باری تعالیٰ

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۷﴾

(الانفال:47)

ترجمہ: اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم بزدل بن جاؤگے اور تمہارا رُعب جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

فرمانِ رسول ﷺ

مسافر کی نماز

عمران بن حصینؓ سے مسافر کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے کہا : میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا تو آپؐ نے دو ہی رکعتیں پڑھیں اور میں نے ابو بکرؓ کے ساتھ حج کیا تو اُنہوں نے بھی دو ہی رکعتیں پڑھیں اور عمرؓ کے ساتھ کیا تو اُنہوں نے بھی دو ہی رکعتیں پڑھیں اور عثمانؓ کے ساتھ اُن کی خلافت کے ابتدائی چھ یا آٹھ سالوں میں کیا تو اُنہوں نے بھی دو ہی رکعتیں پڑھیں۔امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ (الترمذی، حدیث : 545)

فرمان خلیفۂ وقت

خلیفۂ وقت کی اطاعت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''خلیفۂ وقت کی اطاعت تو عام امیر کی اطاعت سے بہت بڑھ کر ضروری ہے۔ دِلی خوشی کے ساتھ کامل اطاعت کے نمونے ہمیں صحابہؓ کی زندگیوں میں کس طرح نظر آتے ہیں اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ ایک جنگ میں جنگ کی کمان حضرت خالد بن ولیدؓ کے سپرد کی گئی لیکن حضرت عمرؓ نے کسی وجہ سے اُن کو بدل دیا اور عین جنگ کی حالت میں اُن کو بدلا گیا۔ تو بہرحال اس حالت میں خلیفۂ وقت کا حکم آیا کہ اب کمان حضرت ابو عبیدہؓ کریں گے، اُن کو دے دی جائے۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے اس خیال سے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ بڑی عمدگی سے کمان کر رہے ہیں اُن سے چارج نہیں لیا لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ آپ فوری طور پر مجھ سے چارج لیں کیونکہ یہ خلیفۂ وقت کا حکم ہے اور میں بغیر کسی شکوے کے یا دل میں کسی قسم کا خیال لائے بغیر کامل اطاعت کے ساتھ آپ کے نیچے کام کروں گا جس طرح آپ کہیں گے۔

(ماخوذ از تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 356-357 سنہ 13ھ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)

تو یہ اطاعت کا معیار ہے جو ایک مومن کا ہونا چاہئے نہ یہ کہ اگر کوئی فیصلہ خلاف ہو جائے تو شکوہ شروع کر دیں۔ کسی عہدیدار کو ہٹا کر دوسرے کو مقرر کر دیا جائے تو کام کرنا چھوڑ دیں۔ جو ایسا کرتا ہے نہ تو اس میں اطاعت ہے نہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے نہ تقویٰ ہے۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 24 مئی 2019ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

وعدوں کا سچا، وفادار اور صادق خدا

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

'' ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اُس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دُنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دُنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔سو تم خدا کی قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دُعا کرتے رہو اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دُعامیں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھادے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آ جائے گی۔

اور چاہئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء ۔اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دُنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دُعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔

اور چاہئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلّی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اُس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دُنیا کی لذّتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جُدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو ۔ وہ دَرد جس سے خدا راضی ہو اُس لذّت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اُس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضبِ الٰہی ہو۔ اُس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اُس کی طرف آ جاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دُشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 ص 306)

اس شمارہ میں

- (اداریہ) تربیت اولاد کے طریق
- حمدیہ کلام
- خلافت علیٰ منہاج النبوۃ سے کیا مراد ہے؟
- (نظم)خلافت ہمارے گھروں کا دِیا ہے
- اخلاقِ فاضلہ اپنانے سے متعلق احبابِ جماعت کو نصائح
- مکرم نواب مودود احمد خان کا ذکر خیر
- قیدِ مسرّت ۔ ترکی میں اسیرِ راہِ مولیٰ بننے کی داستان
- (نظم)دیوانوں کی فہرست میں اک نام بڑھا دے

اداریہ

تربیت اولاد کے طریق۔ سچ بولنا، جھوٹ سے نفرت اور لغویات سے اجتناب

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ (المومنون:4)

ترجمہ: اور وہ جو لغو سے اِعراض کرنے والے ہیں۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا (الاحزاب:71)

ترجمہ: اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف سیدھی بات کیا کرو۔

- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”چار خصلتیں(ایسی) ہیں جس شخص میں وہ ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس شخص میں اُن میں سے ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی حتّٰی کہ وہ اُسے چھوڑ دے (اور وہ یہ ہیں) جب اُس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو اُسے پورا نہ کرے اور جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے۔“ (صحیح بخاری)

- حضرت ابن مسعودؓ بیان کر تے ہیں۔

”رسول اللہﷺ نے فرمایا: بلا شبہ سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور بلاشبہ نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے حتّٰی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ”صدیق“ (سچا) لکھ دیا جاتا ہے اور بلا شبہ جھوٹ گناہوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، بے شک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ”کذاب“ (جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔“ (صحیح بخاری)

- حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”قرآن شریف نے جھوٹ کو بھی ایک نجاست اور رجس قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہےفَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ (الحج :31) دیکھو یہاں جھوٹ کو بُت کے مقابل رکھا ہے اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بُت ہی ہے۔ ورنہ کیوں سچائی کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے ۔ جیسے بت کے نیچے کوئی حقیقت نہیں ہوتی اُسی طرح جھوٹ کے نیچے بجز ملمّع سازی کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والوں کا اعتبار یہاں تک کم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ سچ کہیں تب بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ اس میں بھی کچھ جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر جھوٹ بولنے والے چاہیں کہ ہمارا جھوٹ کم ہو جائے تو جلدی سے دُور نہیں ہوتا۔ مدت تک ریاضت کریں ۔ تب جا کر سچ بولنے کی عادت اُن کو ہوگی۔“
(ملفوظات جلد دوم صفحہ 266)

- پھرآپؑ فرماتے ہیں۔

”انسان جب تک کوئی غرض نفسانی اس کی محرّک نہ ہو جھوٹ بولنا نہیں چاہتا اور جھوٹ کے اختیار کرنے میں ایک طرح کی نفرت اور قبض اپنے دل میں پاتا ہے۔ اسی وجہ سے جس شخص کا صریح جھوٹ ثابت ہو جائے اُس سے ناخوش ہوتا ہے اور اُس کو تحقیر کی نظرسے دیکھتا ہے لیکن صرف یہی طبعی حالت اخلاق میں داخل نہیں ہوسکتی بلکہ بچے اور دیوانے بھی اس کے پابند رہ سکتے ہیں ۔ سو اصل حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان اُن نفسانی اغراض سے علیحدہ نہ ہو جوراست گوئی سے روک دیتے ہیں تب تک حقیقی طور پر راست گو نہیں ٹھہر سکتا۔کیونکہ اگر انسان صرف ایسی باتوں میں سچ بولے جن میں اس کا چنداں حرج نہیں اور اپنی عزت یا مال یا جان کے نقصان کے وقت جھوٹ بول جائے اور سچ بولنے سے خاموش رہے تو اُس کو دیوانوں اور بچوں پر کیا فوقیت ہے۔ کیا پاگل اور نابالغ لڑکے بھی ایسا سچ نہیں بولتے؟ دُنیا میں ایسا کوئی بھی نہیں ہوگا کہ جو بغیر کسی تحریک کے خوانخواہ جھوٹ بولے۔ پس ایسا سچ جو کسی نقصان کے وقت چھوڑا جائے حقیقی اخلاق میں ہر گز داخل نہیں ہوگاسچ کے بولنے کا بڑا بھاری محل اور موقع وہی ہے جس میں اپنی جان یا مال یا آبروکا اندیشہ ہو۔“
(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد10صفحہ360)

- آپؑ مزید فرماتے ہیں۔

”مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک مرتبہ امرتسر ایک مضمون بھیجا۔ اُس کے ساتھ ہی ایک خط بھی تھا۔ رُلیا رام کے وکیل ہنداخبار کے متعلق تھا۔ میرے اس خط کو خلاف قانون ڈاکخانہ قرار دے کر مقدمہ بنایا گیا۔ وکلاء نے بھی کہا کہ اس میں بجز اس کے رہائی نہیں جو اس خط سے انکار کر دیا جاوے۔ گویا جھوٹ کے سوا بچاؤ نہیں مگر میں نے اس کو ہر گز پسند نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر سچ بولنے سے سزا ہوتی ہے تو ہونے دو جھوٹ نہیں بولوں گا ۔ آخر وہ مقد مہ عدالت میں پیش ہوا۔ ڈاک خانوں کا افسر بحیثیت مدعی حاضر ہوا۔ مجھ سے جس وقت اُس کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے صاف طور پر کہا کہ یہ میرا خط ہے مگر میں نے اس کو جزوِ مضمون سمجھ کر اس میں رکھا ہے۔مجسٹریٹ کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو بصیرت دی۔ ڈاکخانوں کے افسر نے بہت زور دیامگر اُس نے ایک نہ سنی اور مجھے رخصت کر دیا۔میں کیونکر کہوں کہ جھوٹ کے بغیر گزارہ نہیں۔ ایسی باتیں نری بیہودگیاں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ سچ کے بغیر گزارہ نہیں۔ میں اب تک بھی جب اپنے اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو ایک مزا آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پہلو کو اختیار کیا ۔ اُس نے ہماری رعایت رکھی اور ایسی رعایت رکھی جو بطور نشان کے ہوگئی۔ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ (الطلاق : 4)“ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 636)

- حضرت خلیفۃالمسیح الاولؓ فرماتے ہیں۔

”انسان کو جھوٹ سے بہت ہی بچنا چاہئے دیکھو کہ نفاق جیسے گندے گناہ اور مرض کا سبب یہی جھوٹ ہے پھر نفاق بھی ایسا کہ جس کی نسبت فرمایا ہےفَہُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ(پس وہ رجوع نہ کریں گے) اور جہاں پر آنحضرتﷺ نے نفاق کے علامات بیان فرمائے ہیں وہاں پر فرمایا ہے کہ منافق کے پاس جب امانت رکھو تو خیانت کرے گا اور جب جھگڑتا ہے تو گالی گلوچ دیتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف کرتا ہے اور جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور قرآن مجید میں جھوٹ بولنے والوں پرلعنت آئی ہے اور آنحضرتﷺ سے جب دریافت کیا گیا کہ مومن سے فلاں فلاں گناہ ہو سکتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ لیکن جب جھوٹ کی نسبت دریافت کیا گیا تو فرمایا۔نہیں۔ الغرض کہ جھوٹ بہت بُرا مرض ہے مومن کو اس سے ہمیشہ بہت ہی بچنا چاہئے۔ (حقائق الفرقان ، جلد اول صفحہ91تا92)

- حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

”جھوٹ بولنے والوں کے بچے بھی جھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ مت خیال کرو کہ بچہ سمجھ نہیں سکتا کہ اُس کے سامنے جھوٹ بولا جارہا ہے......... بچہ کو دھوکہ دینا بہت مشکل ہے......... بہت نگرانی کرنی چاہئے کہ بچہ جھوٹ نہ بولے۔ اُسے دلیر بنانا چاہئے اور اُسے اچھی طرح سمجھادینا چاہئے کہ اگروہ صحیح صحیح اپنے قصور کا اعتراف کر لے گا تو اُسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی ۔ جب بچہ کو سچ بولنے کی عادت ہو جائے تو اُس کا کیریکٹر ایسا مضبوط ہو جاتا ہے کہ وہ دُنیا میں کبھی ذلیل نہیں ہوسکتا........ کوشش کروکہ بچے بڑوں کے ساتھ بھی تعلقات میں جھوٹ سے پرہیز کریں اور خدا تعالیٰ سے تعلق کے سلسلہ میں نماز کے عادی ہو جائیں۔ اگر ان دونوں اُمور کی نگرانی کی جائے تو بہت حد تک اصلاح ہوتی ہے۔“ (خطبات محمود جلد13صفحہ645)

- حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں۔

”اگر کسی پر جھوٹ باندھا جائے تو علاوہ اورنقصانات کے اس کے جذبات کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے چنانچہ فرمایا کہ کسی پرجھوٹ نہیں باندھنا خواہ وہ دہریہ ہو، عیسائی ہو، یہودی ہو، ہندوہو، پارسی ہو، بدھ مذہب کاہو، کوئی ہو، لامذہب ہو یا بد مذہب ہو، غرض کوئی ہوتم نے اُس پر جھوٹ نہیں باندھنا، افتراء نہیں کرنا، تہمت نہیں لگانی یہ ساری چیزیں علاوہ اور خرابیوں کے جذبات کو ٹھیس لگانے والی ہیں کوئی بھی ہواُس کے جذبات کا احترام کرنا ہے یہاں تک کہ اُس کے اموال جو ہیں اُن کی حرمت کو قائم کرنا ہے، اُس کی عزت کو قائم کرنا ہے۔ اُس کی جان کی حفاظت کرنی ہے۔ یہ بحیثیت انسان ہونے کے ضروری ہے۔ یہ نہیں کہا کہ ایک مسلمان کی جان کی حفاظت توہردوسرے مسلمان پر فرض ہے لیکن غیر مسلم کی جان کی حفاظت فرض نہیں ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ ہم جان کی حرمت قائم کرتے ہیں اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اُمّت مسلمہ پر ڈال دی اور اس میں عربی پر عجمی کو فضیلت نہیں اور عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں اورمسلمان پر غیرمسلم کو فضیلت نہیں اورغیر مسلم پر مسلمان کوکوئی فضیلت نہیں سب کو جذبات کے لحاظ سے ایک ہی مقام پر کھڑا کردیا ہے اوریہ بڑی چیز ہے۔ اس واسطے بات کرتے وقت بڑی ہدایتیں دی گئی ہیں ہم بعض دفعہ بڑی لاپرواہی کرجاتے ہیں اوراپنے بھائی سے ایسا مذاق کردیتے ہیں جو اس کو چُبھنے والا ہوتا ہے۔ ایسا کرنامنع ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بنتی ہے پس انسان کے اُوپر اس کے جذبات کا اتنا خیال رکھنے کی وجہ سے کتنا بڑا احسان کیا گیا ہے۔“
(خطبات ناصر جلدسوم صفحہ 74)

- حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

”یہ سچائی ہی ہے جو انسانی زندگی کے کام آتی ہے۔ سچائی سے ہی دُنیا بنتی ہے اور سچائی سے ہی دین بنتا ہے سچائی سے ہی مادی ترقیات نصیب ہوتی ہیں اور سچائی ہی کے ساتھ روحانی ترقیات نصیب ہوتی ہیں۔ جھوٹ کے تو نہ یہاں قدم ٹکتے ہیں۔ نہ وہاں قدم ٹکتے ہیں اس لئے اے بچو! آپ کی دنیاوی ترقی کا راز بھی اس بات میں مضمر ہے کہ آپ سچے ہو جائیں۔ آپ کی دینی ترقی کا راز بھی

اس بات میں ہے کہ آپ سچے احمدی بن جائیں اور سچ کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کریں اور جھوٹی بات کو سننا بھی برداشت نہ کریں۔ اگر کوئی بچہ مذاق میں بھی جھوٹ بولتا ہے تو اس کے جھوٹ پر بھی آپ بالکل نہ ہنسیں۔ بلکہ حیرت سے دیکھیں اور اُسے کہیں کہ یہ تم کیا بات کر رہے ہو۔ یہ مذاق کا قصّہ نہیں ہے۔ مذاق کرنا ہے تو سچے مذاق کرو۔ ایک دوسرے کو لطیفے سناؤ اور اس قسم کی باتیں کرو جن سے حاضر جوابی کا مظاہرہ ہوتا ہو۔ جھوٹ بولنے سے مذاق کا کیا تعلق۔ یہ تو گندگی ہے۔ جہاں بھی جھوٹ دیکھیں وہاں اُس کو دبائیں اور اُس کی حوصلہ شکنی کریں۔ بلکہ اگر آپ کے ماں باپ میں یہ عادت ہے تو اُن کو بھی ادب سے کہیں کہ ابا اُمی آپ نے تو ہمیں سچائی سکھانی تھی۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں یا کیا کہہ رہے ہیں؟ احمدی والدین ہو کر جھوٹ بول رہے ہیں۔ یہ بات آپ کو سجتی نہیں۔ پس اگر سارے بچے سچ بولنے کی عادت ڈالیں گے تو وہ دیکھیں گے کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنی نعمتیں اور کتنے فضل نصیب ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن لوگوں ہی کو ملتا ہے جو سچے ہوں۔ اگر آپ سچے بن جائیں گے تو اس بچپن کی عمر میں بھی آپ کو خدا مل جائے گا اگر اس عمر میں جھوٹ بولنے کی عادت پڑ گئی تو بڑے ہوکر نہ خودخدا کے فضل حاصل کر سکو گے، نہ دنیا کو خدا کی طرف بلاسکو گے۔ اس لئے میں سب بچوں کو بہت تاکید کرتا ہوں کہ ہمیشہ سچ بولیں اور سچائی کو بڑی مضبوطی کے ساتھ پکڑیں۔“
(مشعل راہ جلد 3 صفحہ 200)

- سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”پھر ایک بُرائی ہے جھوٹ، کوئی شخص اگر ذراسی مشکل میں بھی ہو تو اس سے بچنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لے لیتا ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ جھوٹ کو برائی نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ جھوٹ ایسی بُرائی ہے جو سب بُرائیوں کی جڑ ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے کسی ایک بُرائی سے چھٹکارہ پانے کی درخواست کرنے والے کو یہی فرمایا تھا کہ اگر ساری برائیاں نہیں چھوڑ سکتے تو ایک برائی چھوڑ دو اور وہ ہے جھوٹ اور یہ عہد کرو کہ ہمیشہ سچ بولو گے۔ اب بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ صرف اتنا ہے کہ عدالت میں غلط بیان دے دیا۔اگر چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے تو جھوٹ بول کر اپنی جان بچانے کی کوشش کی۔ اگر کوئی غیراخلاقی حرکت کی تو جھوٹ بول دیا۔ یا کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دے دی اور بلاوجہ کسی کو مشکل میں مبتلا کردیا۔ یقیناً یہ سب باتیں جھوٹے ہیں لیکن چھوٹی چھوٹی غلط بیانیاں کرنا بھی جھوٹ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مثال دی ہے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جھوٹ کی تعریف کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی چھوٹے بچے کو کہا آؤ میں تمہیں کچھ دیتا ہوں اور اسے دیتا کچھ نہیں تو جھوٹ میں شمار ہوگا۔ یہ جھوٹ کی تعریف ہے۔ اب اگر ہم میں سے ہر ایک اپنا جائزہ لے تو پتہ چلے گا کہ ہم روزانہ کتنی دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھوٹ بول جاتے ہیں ۔ مذاق مذاق میں ہم کتنی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو جھوٹ ہوتی ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اگر ہم اس بارے میں گہرائی میں جا کر توجہ کریں گے۔ تب ہم اپنے اندر سے اور اپنے بچوں کے اندر سے جھوٹ کی لعنت کو ختم کر سکتے ہیں۔
(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 287)

- پھر حضورانورفرماتے ہیں۔

”بچوں کو سکولوں میں سچ بولنے کی اہمیت بہت زیادہ ہے اس معاشرہ میں اور اس کی تعلیم بھی دی جاتی ہے سکولوں میں بتایا جاتا ہے کہ سچ بولنا ہے۔ تو جب بچہ گھر آتا ہے تو ایسی مائیں یا باپ جن کو نہ صرف سچ بولنے کی آپ عادت نہیں ہوتی بلکہ بچوں کو بھی بعض دفعہ ارادةً یا غیر ارادی طور پر جھوٹ سکھا دیتے ہیں۔ مثلاً اسی طرح کہ گھر میں آرام کر رہے ہیں۔ کوئی عہدیدار سیکرٹری مال یا صدر یا کوئی مرد آیا یا کوئی عورت لجنہ کی آگئی تو کسی کام کے لئے۔ تو بچہ کو کہہ دیا چلو کہہ دو جا کے کہ گھر میں نہیں ہے۔یہ تو ایک مثال ہے۔ اس طرح کی اور بہت ساری چھوٹی چھوٹی مثالیں ہیں۔ چاہے یہ بہت تھوڑی ہی تعداد میں ہوں مگر ہمیں یہ بہت تھوڑی تعداد بھی برداشت نہیں جو سچ پر قائم نہ ہو۔ کیونکہ اس تھوڑی تعداد کے بچے اپنے گھر سے غلط بات سیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ خود مذہب سے دور جارہے ہوتے ہیں کہ سکول میں تو ہم کو سچ بولنا سکھایا جارہا ہے اور گھر میں جہاں ہمارے ماں باپ ہمیں کہتے ہیں کہ مذہب اصل چیز ہے نمازیں پڑھنی چاہئیں نیک کام کرنے چاہئیں۔ اور اپنا عمل یہ ہے کہ ایک چھوٹی سی بات پر، کسی کو نہ ملنے کے لئے جھوٹ بول رہے ہیں۔ سیدھی طرح صاف الفاظ میں یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ میں اس وقت نہیں مل سکتی۔ پھر ایسا بچہ اپنے ماحول میں بچوں کو بھی خراب کر رہا ہوتا ہے۔ کہ دیکھو یہ کیسی تعلیم ہے کہ ایک ذرا سی بات پر میری ماں نے جھوٹ بولا؟ یا میرے باپ نے جھوٹ بولا۔ تو جب یہ عمل اپنے ماں باپ کے بچہ دیکھتا ہے تو دور ہٹتا چلا جاتا ہے۔ تو اس لئے اپنی نسلوں کو بچانے کے لئے ان باتوں کو چھوٹا نہ سمجھیں۔“
(مشعل راہ جلد 5 حصہ اول صفحہ 77-78)

حمدیہ کلام

تُو تو ظاہر بھی ، نہاں بھی تُو ہے
یہاں بھی تُو ہے وہاں بھی تُو ہے

سوئی آنکھوں سے چُھپا ہے لیکن
دل کی آنکھوں پہ عیاں بھی تُو ہے

ہر کہیں ہے ترا مسکن یعنی
مالکِ کون و مکاں بھی تُو ہے

تیرے جلوے ہیں جہاں میں ہر سُو
واقفِ حدِّ گماں بھی تُو ہے

سب تجھے ڈھونڈ رہے ہیں کب سے
صاحبِ نام و نشاں بھی تُو ہے

ہے نہیں کوئی مبشرؔ جِس جا
میرے معبود وہاں بھی تُو ہے

شہزاد مبشر۔اسکاٹ لینڈ

تیری ہستی کا یہ انکار کریں گے کب تک

آہ و زاری یونہی نادار کریں گے کب تک
قتل کر کے بھی وہ انکار کریں گے کب تک

رنگت و نسل کا یہ فرق مٹانا ہو گا
یوں تعصب کا وہ اظہار کریں گے کب تک

ظلم کا ہاتھ تجھے روکنا ہو گا مالک!
تیرے بندوں پہ وہ یلغار کریں گے کب تک

جس طرف دیکھو وہی خوف ہے ویرانی ہے
امن کی راہ کو ہموار کریں گے کب تک

قصرِ ابلیس کو تُو جڑ سے ہلا دے پیارے
تیری ہستی کا یہ انکار کریں گے کب تک

عصرِ بیمار کا اب تجھ پہ ہے لازم چارہ
ترے احکام کا انکار کریں گے کب تک

آ کہ رنجور ہیں! زخموں پہ لگا دے مرہم
آہ و زاری مرے مختار! کریں گے کب تک

طاہرہ زرتشت نازؔ۔ناروے

ڈاکٹر محمد علی

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ سے کیا مراد ہے ؟

لفظ ’’منہاج‘‘ کی وضاحت

مادہ:ن ہ ج ہے۔اس کے معنی واضح راستہ اور طریق کے ہیں ۔ ایسا صاف اور واضح راستہ یا شاہراہ جس میں کوئی اُلجھاؤ نہ ہو ۔

منہاج النبوۃ کے معانی اور مفہوم

منہاج نبوت ہے کیا اور یہ کون سا منہاج اور راستہ ہے جس کی بات کی جارہی ہے ؟

نبوت کے تصوّر سے انسان قدیم سے مانوس اور متعارف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پا کر منصبِ نبوت پر مقرر کردہ انسان، گروہ انبیاء ہر قوم اور ملت میں معروف و مشہور ہیں ۔ انبیاء کرام دراصل زمین پر خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ خلفاء ہی ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں سورۃ البقرہ:130اور سورۃص:26 وغیرہ سے ظاہر ہے۔ اسی طرح انبیاء کے مشن کی تکمیل کرنے والے اور آگے بڑھانے والے اور اشاعتِ دین کو جاری رکھنے والے،انبیاء کے کامل جانشینوں کو بھی اپنے صدق اور ایمانی حالت کی سچائی کی وجہ سے خلفاء کہا گیا اور اُن کی خلافت نبوت کے ظلّی تسلسل کے طور پر جاری ہوتی ہے ۔ تاکہ برکاتِ نبوت تا دیر دُنیا میں قائم رہیں ۔ وہ منصب نبوت پر تو فائز نہیں ہوتے لیکن ایک گونہ مشابہت اور ظلّ کے طور پر کارِنبوت اور فرائض نبوت بجالاتے ہیں ۔ یہی دراصل خلافت علیٰ منہاج نبوت ہے ۔ اور یہی خلافتِ راشدہ اور خلافتِ حقّہ اسلامیہ ہے ۔ کارِ نبوت اور منصبِ نبوت سے مشابہت اور مناسبت ہی کی وجہ سے اس ’’خلافت‘‘ (جانشینی) کو ’’خلافت علیٰ منہاجِ النبوۃ‘‘ کا نام دیا گیا ہے ۔ یعنی ایسے خلفاء جو اُسی شاہراہ پر آتے ہیں جو شاہراہِ نبوت اور رسالت ہے ۔

کون سی خصوصیات اس ’’منہاج النبوۃ‘‘ کو ممتاز کرتی ہیں

1۔ آیت استخلاف میں بیان فرمودہ لفظ ’’ کَمَا‘‘ (مانند، جیسے کہ) کی پیشگوئی کا ظہور ۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۵۵﴾ (النور:56)

ترجمہ:تم میں سے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ اُنہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا ۔جیسے کہ اُن لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو اُن سے پہلے تھے اور یقیناً اُن کے لئے اُن کے اُس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جما دے گا جسے اُن کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔

لفظ ’’کَمَا‘‘ کی پیشگوئی

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے خلفاء انبیاء تھے (یعنی اکثر و بیشتر) لیکن اُمّت محمدیہ میں خلفاء سے مُراد وہ وجود ہیں جو آنحضور ﷺ کے نقشِ قدم کی کامل پیروی کرنے والے اور منہاج نبوت پر فائز ہوں گے۔ یاد رہے کہ یہ بلند مرتبہ آنحضورؐ کے عظیم مرتبے کی وجہ سے ہی اُمّت کے بعض جلیل القدر وجودوں کو حاصل ہوا ہے اور آنحضورؐ سے منسوب صحیح حدیث ہے کہ عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ یعنی میری اُمّت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی مانند ہیں ۔ اس سے آیت استخلاف (النور:56) کی مشابہت کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

2۔ یہ منہاج نبوت پر قائم خلافت ایک روحانی مقام اور منصب ہوگا نہ کہ دنیوی اور ظاہری بادشاہت ۔ یہ خلافت نبوت کے فیوض اپنے اندر سموئے ہوئے ہوگی اور برکاتِ رسالت دُنیا تک پہنچانے کے لئے جاری ہوگی یہ کوئی دُنیوی یا سیاسی چیز نہیں ہوگی ۔ یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ نبوت اور رسالت کوئی سیاسی یا دُنیاوی عہدہ نہیں نہ کوئی دُنیاوی نمبرداری یا حکومت کا نام ہے تو پھر نبوت کی خلافت (یعنی جانشینی) کیسے کسی دُنیاوی عہدے اور حکومت کا تصوّر بن گیا ؟ ایک صاحب نے احمدیت کی دُشمنی میں کہاکہ دُنیاوی حکومت اور سیاست کے بغیر کوئی خلافت نہیں۔دیکھو خلافتِ احمدیہ نے عرصہ سو سال میں بغیر کسی حکومت کے دینِ اسلام کی اشاعت کی وہ خدمات سرانجام دی ہیں جو پچاس مسلمان حکمرانوں نے مل کر بھی نہیں دیں ۔

3۔ خلیفہ خود اللہ تعالیٰ چنتا ہے ۔نبی کا انتخاب اللہ تعالیٰ براہ راست اپنے ہاتھوں سے کرتا ہے اور کوئی ہستی یہ اختیار اور قدرت نہیں رکھتی کہ اللہ تعالیٰ کے اس عمل میں دخل انداز ہو سکے اور ان انبیاء کی بعثت اس وقت ہوتی ہے جب ہر طرف تاریکی چھائی ہوتی ہے ۔ ایسے میں خدا تعالیٰ کے مامور نبی تنِ تنہا خدا تعالیٰ کی توحید کا پیغام بلند کرتے ہیں ۔

لیکن نبی کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ اُن کے ماننے والے متّقی اور خُدا ترس لوگوں کو یہ اعزاز دیتا ہے کہ وہ اُس کے ماننے والو ں میں سے ایک جانشین کا انتخاب کریں ۔

یہ خُدا کی وہ قدرت اور منشاء ہے جسے وہ اپنے نبی کے مخلص متّبعین کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے ۔ یہ بات سمجھنی بہت ضروری ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہوتا ہے۔ مستقبل کے نئے خلیفہ کے بارہ میں اللہ تعالیٰ اپنے سینکڑوں بندوں پر رؤیا اور کشوف کے ذریعہ سے اس حقیقت کو عیاں کر دیتا ہے اور ایک زمانے کو اس کا گواہ بنا دیتا ہے۔ اس سے یہ بات بہت آسانی سے سمجھ آنے لگتی ہے کہ اس خلیفہ کا انتخاب دراصل اللہ تعالیٰ کی رضا اور منشاء ہے کہ جس بات کی وہ پہلے سے ہی اپنے بندوں کو خبر دے دیتا ہے وہ امر قدیم سے تقدیرات الٰہی میں ہوتا ہے اور یہی خدا تعالیٰ کے انتخاب کا ثبوت ہے ۔

آج کی دعا

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ

(صحیح بخاری کتاب الدعوات)

ترجمہ:اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔وہ عظمتوں والا اور بڑا ہی بردبار ہے۔اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔وہی عرش کا رب ہے۔اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو کہ آسمان و زمین کا رب ہے۔

یہ پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بیقراری اور پریشانی کے وقت کی دعا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ مصیبت کے عالم میں یہ دعا کرتے۔ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے22مئی2020ء کو خطبہ جمعہ میں احبابِ جماعت کو اس دعا کے پڑھنے کی طرف تحریک فرمائی۔ (قدسیہ محمود سردار)

خلافت ہمارے گھروں کا دِیا ہے

خلافت ہمارے گھروں کا دیا ہے
یہ انمول تحفہ خدا کی عطا ہے

خلافت کی برکت سے سب کچھ ہےحاصل
یہ برکت کا دیا ہمیشہ جلا ہے

خلافت پہ ہم سب ہیں قربان ہر دم
سبھی مر مٹیں جب اشارہ ہوا ہے

اُدھر خوش ہوں آقا ، سبھی مسکرائیں
سکونِ قلب ہر کسی کو ملا ہے

خلافت خدا کی ہمیشہ رہے گی
جس کا خدا نے ہی وعدہ کیا ہے

خدا کی قسم یہ ، سب کو بتا دوں
کیا وعدہ جب بھی ، کیا پھر وفا ہے

خلافت ہے چاہت ، خلافت ہے طاقت
خلافت سے ہر ایک زندہ ہوا ہے

عبدالقدیر کوکب۔لندن

محمد انور شہزاد

حاصل مطالعہ

اخلاقِ فاضلہ اپنانے سے متعلق احبابِ جماعت کو نصائح

(حضرت مسیح موعودؑ کے ملفوظات سے ماخوذ)

اعمال میں اخفاء اچھا ہے

یہ دُنیا کیا ہے۔ ایک قسم کی دارالابتلاء ہے۔ وہی اچھا ہے جو ہرایک امرخفیہ رکھے اور ریاء سے بچے۔ وہ لوگ جن کے اعمال للّٰہی ہوتے ہیں وہ کسی پر اپنے اعمال کو ظاہر ہونے نہیں دیتے۔ یہی لوگ متقی ہیں۔

میں نے تذکرۃ الاولیاء میں دیکھا ہے کہ ایک مجمع میں ایک بزرگ نے سوال کیاکہ اُس کو کچھ روپیہ کی ضرورت ہے۔ کوئی اُس کی مددکرے۔ ایک نے صالح سمجھ کراُس کوایک ہزارروپیہ دیا۔اُنہوں نے روپیہ لے کر اُس کی سخاوت اور فیاضی کی تعریف کی۔ اس بات پر وہ رنجیدہ ہواکہ جب یہاں ہی تعریف ہو گئی تو شاید ثواب آخرت سے محرومیت ہو۔تھوڑی دیرکے بعد وہ آیا اور کہاکہ وہ روپیہ اس کی والدہ کا تھا جودینانہیں چاہتی،چنانچہ وہ روپیہ واپس دیا گیا۔ جس پر ہر ایک نے لعنت کی اور کہاکہ جھوٹاہے۔ اصل میں یہ روپیہ دینا نہیں چاہتا۔جب شام کے وقت وہ بزرگ گھرگیا تو وہ شخص ہزارروپیہ اُس کے پاس لایا اور کہاکہ آپ نے سرعام میری تعریف کرکے مجھے محروم ثواب آخرت کیا،اس لئے میں نے یہ بہانہ کیا۔اب یہ روپیہ آپ کا ہے۔لیکن آپ کسی کے آگے نام نہ لیں۔ بزرگ رو پڑا اور کہا کہ اب تو قیامت تک موردِلعن طعن ہوا ،کیونکہ کل کاواقعہ سب کومعلوم ہے اور یہ کسی کو معلوم نہیں کہ تونے مجھے روپیہ واپس دے دیاہے۔

ایک متقی تو اپنے نفس امّارہ کے برخلاف جنگ کرکے اپنے خیال کوچھپاتاہے اور خفیہ رکھتاہے ،لیکن اللہ تعالیٰ اس خفیہ خیال کو ہمیشہ ظاہر کردیتاہے۔ جیسا کہ ایک بدمعاش کسی بدچلنی کا مرتکب ہوکرخفیہ رہنا چاہتا ہے ،اسی طرح ایک متقی چھپ کرنماز پڑھتاہے اور ڈرتا ہے کہ کوئی اُس کونہ دیکھ لے۔ سچا متقی ایک قسم کا ستر چاہتاہے۔ تقویٰ کے مراتب بہت ہیں،لیکن بہر حال تقویٰ کے لئے تکلّف ہے اور متقی حالت جنگ میں ہے اور صالح اس جنگ سے باہرہے۔ جیسے کہ میں نے مثال کے طور پر اُوپر ریاء کا ذکر کیاہے جس سے متقی کو آٹھوں پہر جنگ ہے۔

(ملفوظات جلد اول ص19۔20،ایڈیشن2016ء)

صدق و صبر تقویٰ کی شرط ہے

جولوگ بے صبری کرتے ہیں، وہ شیطان کے قبضہ میں آجاتے ہیں۔ سو متقی کو بے صبری کے ساتھ بھی جنگ ہے۔ بوستان میں ایک عابدکا ذکر کیا گیاہے کہ جب کبھی وہ عبادت کرتاتوہاتف یہی آواز دیتا کہ تو مردود و مخذول ہے۔ ایک دفعہ ایک مرید نے یہ آواز سن لی اور کہا کہ اب توفیصلہ ہوگیااب ٹکریں مارنے سے کیا فائدہ ہوگا۔وہ بہت رویا اور کہاکہ میں اس جناب کو چھوڑکرکہاں جاؤں۔ اگر ملعون ہوں توملعون ہی سہی۔ غنیمت ہے کہ مجھ کو ملعون تو کہاجاتاہے۔ ابھی یہ باتیں مرید سے ہوہی رہی تھیں کہ آواز آئی کہ تو مقبول ہے۔ سو یہ سب صدق وصبرکانتیجہ تھاجومتقی میں ہونا شرط ہے۔

(ملفوظات جلد اول ص21،ایڈیشن 2016ء)

ولی بننے کے لئے ابتلا ضروری ہیں

بہت سے لوگ یہاں آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پھونک مارکرعرش پر پہنچ جائیں اور واصلین سے ہوجاویں۔ ایسے لوگ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ وہ انبیاء کے حالات کو دیکھیں۔یہ غلطی ہے جو کہاجاتاہے کہ کسی ولی کے پاس جاکرصدہا ولی فی الفور بن گئے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتاہے۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ھُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ (العنکبوت:3)جب تک انسان آزمایانہ جاوے فتن میں نہ ڈالا جاوے، وہ کب ولی بن سکتاہے۔

ایک مجلس میں بایزیدؒ وعظ فرمارہے تھے۔ وہاں ایک مشائخ زادہ بھی تھا جوایک لمبا سلسلہ رکھتا تھا۔اس کو آپ سے اندرونی بغض تھا۔ اللہ تعالیٰ کایہ خاصہ ہے کہ پرانے خاندانوں کو چھوڑکر کسی اور کولے لیتا ہے۔ جیسے بنی اسرائیل کوچھوڑ کر بنی اسماعیل کولے لیا۔کیونکہ وہ لوگ عیش وعشرت میں پڑکرخداکو بھول گئے ہوتے ہیں۔ وَتِلۡكَ الۡاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ (اٰل عمران:141)سو اس شیخ زادے کو خیال آیاکہ یہ ایک معمولی خاندان کا آدمی ہے۔کہاں سے ایسا صاحب خوارق آ گیا کہ لوگ اس کی طرف جھکتے ہیں اور ہماری طرف نہیں آتے۔یہ باتیں خداتعالیٰ نے حضرت بایزیدؒ پرظاہر کیں تو اُنہوں نے ایک قصّہ کے رنگ میں یہ بیان شروع کیا کہ ایک جگہ مجلس میں رات کے وقت ایک لیمپ میں پانی سے ملا ہو تیل جل رہا تھا۔تیل اور پانی میں بحث ہوئی۔ پانی نے تیل کوکہاکہ تو کثیف اورگندہ ہے اورباوجودکثافت کے میرے اوپرآتا ہے۔ میں ایک مصفّا چیز ہوں اور طہارت کے لئے استعمال کیا جاتا ہوں لیکن نیچے ہوں۔ اس کاباعث کیا ہے؟تیل نے کہا کہ جس قدرصعوبتیں میں نے کھینچی ہیں تونے وہ کہاں جھیلی ہیں، جس کے باعث یہ بلندی مجھے نصیب ہوئی۔ ایک زمانہ تھا جب میں بویا گیا، زمین میں مخفی رہا،خاکسارہوا۔پھرخداکے ارادہ سے بڑھا۔ بڑھنے نہ پایا کہ کاٹا گیا۔ پھر طرح طرح کی مشقتوں کے بعدصاف کیاگیا۔ کولہو میں پیسا گیا۔پھر تیل بنا اور آگ لگائی گئی۔ کیا ان مصائب کے بعد بھی میں بلندی حاصل نہ کرتا؟یہ ایک مثال ہے کہ اہل اللہ مصائب وشدائد کے بعد درجات پاتے ہیں۔ لوگوں کا یہ خیال خام ہے کہ فلاں شخص فلاں کے پاس جا کربلامجاہدہ وتزکیہ ایک دم میں صدیقین میں داخل ہو گیا۔ قرآن کو دیکھو کہ خدا کس طرح تم پر راضی ہو،جب تک نبیوں کی طرح تم پر مصائب و زلازل نہ آویں، جنہوں نے بعض وقت تنگ آکر یہ بھی کہہ دیا حَتّٰی یَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ (البقرہ:215) اللہ کے بندے ہمیشہ بلاؤں میں ڈالے گئے پھرخدانے اُن کو قبول کیا۔ (ملفوظات جلد اول ص22۔23،ایڈیشن2016ء)

نیکی کا اجر ضائع نہیں ہوتا

ایک نیکی سے دوسری نیکی پیدا ہوتی ہے۔ مجھے یاد آیا تذکرۃ الاولیاء میں میں نے پڑھا تھا کہ ایک آتش پرست بڈھا نوے برس کی عمر کا تھا۔ اتفاقاً بارش کی جھڑی جو لگ گئی تو وہ اس جھڑی میں کوٹھے پر چڑیوں کے لئے دانے ڈال رہا تھا۔ کسی بزرگ نے پاس سے کہا کہ ارے بڈھے تو کیا کرتا ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ بھائی چھ سات روز متواتر بارش ہوتی رہی ہے۔ چڑیوں کو دانہ ڈالتا ہوں۔ اُس نے کہا کہ تو عبث حرکت کرتا ہے۔ تو کافر ہے۔ تجھے اَجر کہاں۔ بوڑھے نے جواب دیا۔ مجھے اس کا اجر ضرور ملے گا۔ بزرگ صاحب فرماتے ہیں کہ میں حج کو گیا تو دور سے کیا دیکھتا ہوں کہ وہی بڈھا طواف کر رہا ہے۔ اُس کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا اور جب میں آگے بڑھا تو پہلے وہی بولا کیا میرے دانے ڈالنا ضائع گیا۔ یا ان کا عوض ملا؟ اب خیال کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کافر کی نیکی کا اَجر بھی ضائع نہیں کیا۔ تو کیا مسلمان کی نیکی کا اجر ضائع کر دے گا؟ مجھے ایک صحابی کا ذکر یاد آیا۔ کہ اس نے کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اپنے کفر کے زمانہ میں بہت سے صدقات کئے ہیں کیا ان کا اَجر مجھے ملے گا۔ آپ نے فرمایا کہ وہی صدقات تو تیرے اسلام کا موجب ہو گئے ہیں۔

(ملفوظات جلد اول ص63،ایڈیشن2019ء)

لفاظی اور لسانی کام نہیں آسکتی جب تک کہ عمل نہ ہو

مسلمان وہی ہے جو اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ کا مصداق ہو گیا ہے۔وَجۡہٗ مونہہ کو کہتے ہیں۔ مگر اس کا اطلاق ذات اور وجود پر بھی ہوتا ہے۔ پس جس نے ساری طاقتیں اللہ کے حضور رکھ دی ہوں۔ وہی سچا مسلمان کہلانے کا مستحق ہے۔ مجھے یاد آیا کہ ایک مسلمان نے کسی یہودی کو دعوت اسلام کی کہ تو مسلمان ہو جا۔ مسلمان خود فسق و فجور میں مبتلا تھا۔ یہودی نے اس فاسق مسلمان کو کہا کہ تو پہلے اپنے آپ کو دیکھ اور تو اس بات پر مغرور نہ ہو کہ تو مسلمان کہلاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسلام کا مفہوم چاہتا ہے نہ نام اور لفظ۔ یہودی نے اپنا قصّہ بیان کیا کہ میں نے اپنے لڑکے کا نام خالد رکھا تھا۔ مگر دوسرے دن مجھے اسے قبر میں گاڑنا پڑا۔ اگر صرف نام ہی میں برکت ہوتی تو وہ کیوں مرتا؟ اگر کوئی مسلمان سے پوچھتا ہے کہ کیا تو مسلمان ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے۔ الحمد للہ۔

پس یاد رکھو کہ صرف لفاظی اور لسانی کام نہیں آ سکتی۔ جب تک کہ عمل نہ ہو۔اور باتیں عنداللہ کچھ بھی وقعت نہیں رکھتیں۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے۔كَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ (الصف:4)

(ملفوظات جلد اول ص65ایڈیشن2106ء)

تقویٰ کا رُعب دوسروں پر بھی پڑتا ہے

اگر تم نے حقیقی سپاس گزاری یعنی طہارت اور تقویٰ کی راہیں اختیار کر لیں تو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک ہندو سر رشتہ دار نے جس کا نام جگن ناتھ تھا اور جو ایک متعصب ہندو تھا۔ بتلایا کہ امرتسر یا کسی جگہ میں وہ سر رشتہ دار تھا جہاں اور ایک ہندو اہلکار درپردہ نماز پڑھا کرتا تھا۔ اور بظاہر ہندو تھا۔ میں اور دیگر سارے ہندو اسے بہت بُرا جانتے تھے اور ہم سب اہلکاروں نے مل کر ارادہ کر لیا کہ اس کو موقوف کرائیں۔اورسب سے زیادہ شرارت میرے دل میں تھی۔ میں نے کئی بار شکایت کی کہ اس نے یہ غلطی کی ہے اور یہ خلاف ورزی کی ہےمگر اس پر کوئی التفات نہ ہوتی تھی لیکن ہم نے ارادہ کر لیا ہوا تھا کہ اُسے ضرور موقوف کرائیں گےاور اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہونے کے لئے بہت سی نکتہ چینیاں بھی جمع کر لی تھیں اور میں وقتاً فوقتاً ان نکتہ چینیوں کو صاحب بہادر کے روبرو پیش کر دیا کرتا تھا۔ صاحب اگر بہت ہی غصہ ہو کر اس کو بلا بھی لیتا تھا۔ تو جب وہ سامنے آجاتا۔ گویا آگ پر پانی پڑ جاتا۔معمولی طور پر نہایت نرمی سے فہمائش کر دیتا۔ گویا اس سے کوئی قصور سرزد ہی نہیں ہوا۔

اصل بات یہ ہے کہ تقویٰ کا رُعب دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔ اور خداتعالیٰ متقیوں کو ضائع نہیں کرتا۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ سید عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے اکابر میں سے ہوئے ہیں۔ اُن کا نفس بڑا مطہر تھا۔ ایک بار اُنہوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ میرا دل دنیا سے بہت برداشتہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی پیشوا تلاش کروں جو مجھے سکینت اور اطمینان کی راہیں دکھلائے۔ والدہ نے جب دیکھا کہ یہ اب ہمارے کام کا نہیں رہا۔ تو اس کی بات کو مان لیا اور کہا کہ اچھا میں تجھے رخصت کرتی ہوں یہ کہہ کر اندر گئی اور اسّی80 مہریں جو اُس نے جمع کی ہوئی تھیں اُٹھا لائی اور کہا کہ ان مہروں سے حصہ شرعی کے موافق چالیس مہریں تیری ہیں اور چالیس تیرے بڑے بھائی کی۔ اس لئے چالیس مہریں تجھے بحصہ رسدی دیتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ چالیس مہریں ان کی بغل کے نیچے پیراہن میں سی دیں اور کہا کہ امن کی جگہ پہنچ کر نکال لینا اور عندالضرورت اپنے صرف میں لانا۔ سید عبدالقادرؒ نے ماں سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کرو۔ اُس نے کہا بیٹا جھوٹ نہ بولنا۔ اس سے بڑی برکت ہو گی۔ اتنا سن کر آپؒ رخصت ہوئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جس جنگل میں سے ہو کر آپؒ چلے اس میں چند قزاق راہزن رہتے تھے۔ جو مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔اب دُور سے

اُن پر بھی اُن کی نظر پڑی۔ قریب آئے تو اُنہوں نےایک کمبل پوش فقیر سا دیکھا۔ ایک نے ہنسی سے کہا کہ تیرے پاس کچھ ہے؟ یہ ابھی تازہ نصیحت سن کر آئے تھے کہ جھوٹ نہ بولنا۔ فی الفور بولے کہ ہاں چالیس مہریں میری بغل کے نیچے ہیں۔ جو میری ماں نے کیسہ کی طرح سی دی ہیں۔ اس نے سمجھا ٹھٹھا کرتا ہے۔ دوسرے نے جب پوچھا تو اس کو بھی یہی جواب دیا۔ الغرض ہر ایک چور کو یہی جواب دیا۔ وہ انہیں امیر دزداں کے پاس لے گئے کہ بار بار یہی کہتا ہے۔ امیر نے کہا اچھا اس کا کپڑا دیکھو تو سہی۔ جب تلاشی لی گئی تو چالیس مہریں برآمد ہوئیں۔ وہ حیران ہوئے کہ یہ عجیب آدمی ہے ہم نے کبھی ایسا آدمی نہیں دیکھا۔ امیر نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ تو نے اس طرح پر اپنے مال کا پتہ بتا دیا؟ آپؒ نے کہا کہ میں خدا کے دین کی تلاش میں جاتا ہوں۔ والدہ نے نصیحت کی تھی کہ جھوٹ نہ بولنا۔ یہ پہلا امتحان تھا۔ جھوٹ کیوں بولتا۔ یہ سن کر امیر دزداں رو پڑا کہ آہ! میں نے ایک بار بھی خدا تعالیٰ کا کہنا نہ مانا۔ چوروں سے کہا کہ اس کلمہ اور اس شخص کی استقامت نے میرا تو کام تمام کر دیا۔ اب میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا اور توبہ کرتا ہوں۔ اس پر چوروں نے بھی توبہ کی۔ میں ”چوروں قطب بنایا ای“ اسی واقعہ کو سمجھتا ہوں۔ الغرض سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے بیعت کرنے والے چور ہی تھے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا (آل عمران:201) صبر ایک نقطہ کی طرح پیدا ہوتا ہے اور پھر دائرہ کی شکل اختیار کر کے سب پر محیط ہو جاتا ہے۔ آخر بدمعاشوں پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان تقویٰ کو ہاتھ سے نہ دے اور تقویٰ کی راہوں پر مضبوط قدم مارے۔ کیونکہ متقی کا اثر ضرور پڑتا ہے اور اس کا رُعب مخالفوں کے دل میں بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ (ملفوظات جلد اول ص66تا68 ، ایڈیشن2016ء)

اخلاق عظیمہ بہت بڑا اور گہرا اثر کرتے ہیں

اخلاقی کرامت میں بہت اثر ہوتا ہے۔ فلاسفر لوگ معارف اور حقائق سے تسلی نہیں پا سکتے۔ مگر اخلاق عظیمہ ان پر بہت بڑا اور گہرا اثر کرتے ہیں۔ حضور سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ آپؐ ایک درخت کے نیچے سوئے پڑے تھے کہ ناگاہ ایک شور و پکار سے بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جنگلی اعرابی تلوار کھینچ کر خود حضور پر آپڑا ہے۔ اس نے کہا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) بتا اس وقت میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ آپؐ نے پورے اطمینان اور سچی سکینت سے جو حاصل تھی فرمایا کہ اللہ۔ آپؐ کا یہ فرمانا عام انسانوں کی طرح نہ تھا۔ اللہ جو خدائے تعالیٰ کا ایک ذاتی اسم ہے اور جو تمام جمیع صفات کاملہ کا مستجمع ہے۔ ایسے طور پر آپ کے منہ سے نکلا کہ دل سے نکلا اور دل پر ہی جا کر ٹھہرا۔ کہتے ہیں کہ اسم اعظم یہی ہے اور اس میں بڑی بڑی برکات ہیں لیکن جس کو وہ اللہ یاد ہی نہ ہو، وہ اس سے کیا فائدہ اُٹھائے گا۔ الغرض ایسے طور پر اللہ کا لفظ آپؐ کے منہ سے نکلا کہ اس پر رُعب طاری ہو گیا اور ہاتھ کانپ گیا۔ تلوار گر پڑی۔ حضرت نے وہی تلوار اٹھا کر کہا کہ اب بتلا۔ میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ وہ ضعیف القلب جنگلی کس کا نام لے سکتا تھا۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھایا اور کہا جا تجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ مروت اور شجاعت مجھ سے سیکھ۔ اس اخلاقی معجزہ نے اس پر ایسا اثر کیا کہ وہ مسلمان ہوگیا۔

سِیَر میں لکھا ہے کہ ابوالحسن خرقانی کے پاس ایک شخص آیا۔ راستہ میں شیر ملا۔ اور کہا کہ اللہ کے واسطے پیچھا چھوڑ دے۔ شیر نے حملہ کیا اور جب کہا۔ ابوالحسن کے واسطے چھوڑ دے تو اس نے چھوڑ دیا۔ شخص مذکور کے ایمان میں اس حالت نے سیاہی سی پیدا کر دی اور اس نے سفر ترک کر دیا۔ واپس آکر یہ عقدہ پیش کیا۔ اس کو ابوالحسن نے جواب دیا کہ یہ بات مشکل نہیں۔ اللہ کے نام سے تو واقف نہ تھا۔ اللہ کی سچی ہیبت اور جلال تیرے دل میں نہ تھا اور مجھ سے تو واقف تھا۔ اس لئے میری قدر تیرے دل میں تھی۔ پس اللہ کے لفظ میں بڑی بڑی برکات اور خوبیاں ہیں بشرطیکہ کوئی اس کو اپنے دل میں جگہ دے اور اس کی ماہیت پر کان دھرے۔

اسی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معجزات میں ایک اور معجزہ بھی ہے کہ آپؐ کے پاس ایک وقت بہت سی بھیڑیں تھیں۔ایک شخص نے کہا اس قدر مال اس سے پیشتر کسی کے پاس نہیں دیکھا۔ حضورؐ نے وہ سب بھیڑیں اس کو دے دیں۔ اُس نے فی الفور کہا کہ لاریب آپ سچے نبی ہیں۔ سچے نبی کے بغیر اس قسم کی سخاوت دوسرے سے عمل میں آنی مشکل ہے۔ الغرض آنحضرتؐ کے اخلاق فاضلہ ایسے تھے کہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم:5) قرآن میں وارد ہوا۔ پس ہماری جماعت کو مناسب ہے کہ وہ اخلاقی ترقی کریں۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ85،86)

انسان سے کتپن نہیں ہوتا

انسان میں نفس بھی ہے اور اس کی تین قسم ہیں۔ امّارہ، لوّامہ، مطمئنہ۔ امّارہ کی حالت میں انسان جذبات اور بے جا جوش کو سنبھال نہیں سکتا اور اندازہ سے نکل جاتا اور اخلاقی حالت سے گر جاتا ہے۔ مگر حالت لوّامہ میں سنبھال لیتا ہے مجھے ایک حکایت یاد آئی جو سعدی نے بوستان میں لکھی ہے کہ ایک بزرگ کو کتے نے کاٹا۔ گھر آیا تو گھر والوں نے دیکھا کہ اسے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ ایک بھولی بھالی چھوٹی لڑکی بھی تھی وہ بولی آپ نے کیوں نہ کاٹ کھایا؟ اُس نے جواب دیا بیٹی! انسان سے کتپن نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے انسان کو چاہئے کہ جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے۔ نہیں تو وہی کتپن کی مثال صادق آئے گی۔ خدا کے مقرّبوں کو بڑی بڑی گالیاں دی گئیں۔ بہت بُری طرح ستایا گیا، مگر ان کو اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰھِلِیۡنَ (الاعراف:200) کا ہی خطاب ہوا۔ خود اس انسان کامل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت بری طرح تکلیفیں دی گئیں اور گالیاں،بدزبانی اور شوخیاں کی گئیں ،مگر اس خلق مجسّم ذات نے اس کے مقابلہ میں کیا کیا۔ اُن کے لئے دُعا کی اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر لیا تھا کہ جاہلوں سے اعراض کرے گا،تو تیری عزت اور جان کو ہم صحیح و سلامت رکھیں گے اور یہ بازاری آدمی اس پر حملہ نہ کر سکیں گے! چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضورؐ کے مخالف آپؐ کی عزت پر حرف نہ لا سکے اور خود ہی ذلیل و خوار ہو کر آپؐ کے قدموں پر گرے یا سامنے تباہ ہوئے۔
(ملفوظات جلد اول صفحہ87،88 ،ایڈیشن2016ء)

انسان تبدیل اخلاق پر قادر ہے

ہماری جماعت ہو یا کوئی ہو وہ تبدیل اخلاق اسی صورت میں کر سکتے ہیں جبکہ مجاہدہ اور دُعا سے کام لیں ورنہ ممکن نہیں ہے۔ حکماء کے تبدیل اخلاق پر دو مذہب ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو یہ مانتے ہیں کہ انسان تبدیل اخلاق پر قادر ہے اور دوسرے وہ ہیں جو یہ مانتے ہیں کہ وہ قادر نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کسل اور سستی نہ ہو اور ہاتھ پیر ہلاوے تو تبدیل ہو سکتے ہیں۔ مجھے اس مقام پر ایک حکایت یاد آئی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہتے ہیں کہ یونانیوں کے مشہور فلاسفر افلاطون کے پاس ایک آدمی آیا اور دروازہ پر کھڑے ہو کر اندر اطلاع کرائی۔ افلاطون کا قاعدہ تھا کہ جب تک آنے والے کا حلیہ اور نقوش چہرہ کو معلوم نہ کر لیتا تھا اندر نہیں آنے دیتا تھا۔ اور وہ قیافہ سے استنباط کر لیتا تھا کہ شخص مذکور کیسا ہے کیسا نہیں۔ نوکر نے آکر اس شخص کا حلیہ حسب معمول بتلایا۔ افلاطون نے جواب دیا کہ اس شخص کو کہہ دو کہ چونکہ تم میں اخلاق رذیلہ بہت ہیں۔ میں ملنا نہیں چاہتا۔ اس آدمی نے جب افلاطون کا یہ جواب سنا تو نوکر سے کہا کہ تم جا کر کہہ دو کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ٹھیک ہے مگر میں نے اپنی عادات رذیلہ کا قلع قمع کر کے اصلاح کر لی ہے۔ اس پر افلاطون نے کہا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کو اندر بلایا اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ اس سے ملاقات کی۔ جن حکماء کا یہ خیال ہے کہ تبدیل اخلاق ممکن نہیں وہ غلطی پر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ملازمت پیشہ لوگ جو رشوت لیتے ہیں جب وہ سچی توبہ کر لیتے ہیں پھر اگر ان کو کوئی سونے کا پہاڑ بھی دے تو اس پر بھی نگاہ نہیں کرتے۔توبہ دراصل حصول اخلاق کے لئے بڑی محرک اور موید چیز ہے اور انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔ یعنی جو شخص اپنے اخلاق سیئہ کی تبدیلی چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ سچے دل اور پکے اردے کے ساتھ توبہ کرے۔
(ملفوظات جلد اول صفحہ118۔119)

حضرت عکرمہؓ کا پاک نمونہ

عکرمہ کا حال تم نے سنا ہو گا۔ احد کی مصیبت کا بانی مبانی یہی تھا اور اس کا باپ ابوجہل تھا۔ لیکن آخر اسے صحابہ کرامؓ کے نمونوں نے شرمندہ کر دیا۔ میرا مذہب یہ ہے کہ خوارق نے ایسا اثر نہیں کیا جیسا صحابہ کرامؓ کے پاک نمونوں اور تبدیلیوں نے لوگوں کو حیران کیا۔ لوگ حیران ہو گئے کہ ہمارا چچازاد کہاں سے کہاں پہنچا۔ آخر انہوں نے اپنے آپ کو دھوکہ خوردہ سمجھا۔ عکرمہ نے ایک وقت ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا اور دوسرے وقت لشکر کفار کو درہم برہم کیا۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ نے جو پاک نمونے دکھائے ہیں۔ ہم آج فخر کے ساتھ ان کو دلائل اور آیات کے رنگ میں بیان کر سکتے ہیں۔ چنانچہ عکرمہ ہی کا نمونہ دیکھو کہ کفر کے دنوں کفر۔ عجب وغیرہ خصائل بد اپنے اندر رکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ بس چلے تو اسلام کو دنیا سے نابود کر دے ، مگر جب خدائے تعالیٰ کے فضل نے اُس کی دستگیری کی اور وہ مشرف بااسلام ہوا تو ایسے اخلاق پیدا ہوئے کہ وہ عجب اور پندار نام تک کو باقی نہ رہا اور فروتنی اور انکسار پیدا ہوا کہ وہ انکسار حجۃ الاسلام ہو گیا اور صداقت اسلام کے لئے ایک دلیل ٹھہرا۔ ایک موقع پر کفار سے مقابلہ ہوا۔ عکرمہ لشکر اسلام کا سپہ سالار تھا۔ کفار نے بہت سخت مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ لشکر اسلام کی حالت قریب شکست کھانے کے ہو گئی۔ عکرمہ نے جب دیکھا تو گھوڑے سے اُترا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کیوں اُترتے ہیں۔ شاید اِدھر اُدھر ہونے کا وقت ہو تو گھوڑا مدد دے۔ تو اُس نے کہا۔ اُس وقت مجھے وہ زمانہ یاد آگیا ہے جب میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ جان دے کر گناہوں کا کفارہ کروں۔ اب دیکھئے کہ کہاں سے کہاں تک حالت پہنچی کہ بار بار محامد سے یاد کیا گیا۔ یہ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی رضا اُن لوگوں کے شامل حال ہوتی ہے جو اُس کی رضا اپنے اندر جمع کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جابجا اُن لوگوں کو رضی اللہ عنہم کہا ہے۔ میری نصیحت یہ ہے کہ ہر شخص ان اخلاق کی پابندی کرے۔
(ملفوظات جلد اول ص128۔129)

دُعا کرانے والے کیلئے آداب اور طریق

بعض لوگ دُعا کی درخواست کرتے ہیں کہ میرے لئے دُعا کرو۔مگر افسوس ہے کہ وہ دُعا کرانے کے آداب سے واقف نہیں ہوتے۔عنایت علی نے دُعا کی ضرورت سمجھی اور خواجہ علی کو بھیج دیا کہ آپ جاکر دُعا کرائیں۔کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔جب تک دُعا کرانے والا اپنے اندر ایک صلاحیت اور اتّباع کی عادت نہ ڈالے دُعا کارگر نہیں ہوسکتی۔مریض اگر طبیب کی اطاعت ضروری نہیں سمجھتا ممکن نہیں کہ فائدہ اُٹھا سکے۔جیسے مریض کو ضروری ہے کہ استقامت اور استقلال کے ساتھ طبیب کی رائے پر چلے تو فائدہ اُٹھائے گا۔ایسے ہی دُعا کرانے والے کے لئے آداب اور طریق ہیں۔تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ سے کسی نے دُعا کی خواہش کی۔بزگ نے فرمایا کہ دودھ چاول لاؤ وہ شخص حیران ہوا۔آخر وہ لایا۔بزرگ نے دُعا کی اور اس شخص کا کام ہوگیا۔آخر اُسے بتلایا گیا کہ یہ صرف تعلق پیدا کرنے کیلئے تھا۔ایسا ہی باوا فرید صاحب کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص کا قبالہ گم ہوا اور وہ دُعا کے لئے آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے حلوہ کھلاؤ اور وہ قبالہ حلوائی کی دُکان سے مل گیا۔اُن باتوں کے بیان کرنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ جب تک دُعا کرنے والے اور کرانے والے میں ایک تعلق نہ ہومتاثر نہیں

ہوتی۔غرض جب تک اضطرار کی حالت پیدا نہ ہو اوردُعا کرنے والے کا قلق دُعا کرانے والے کا قلق نہ ہو جائے کچھ اثر نہیں کرتی ۔بعض اوقات یہی مصیبت آتی ہے کہ لوگ دُعا کرانے کے آداب سے واقف نہیں ہوتے اور دُعا کا کوئی بین فائدہ محسوس نہ کرکے خدائے تعالیٰ پر بد ظن ہوجاتے ہیں اور اپنی حالت کو قابلِ رحم بنالیتے ہیں۔ بالآخر میں کہتا ہوں کہ خود دُعا کرو یا دُعا کرواؤ ۔پاکیزگی اور طہارت پیدا کرو۔استقامت چاہواور توبہ کے ساتھ گر جاؤ کیونکہ یہی استقامت ہے۔اس وقت دُعا میں قبولیت ،نماز میں لذت پیدا ہو گی۔ذَالِكَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔

(ملفوظات جلد اول ص157-158،اشاعت 2016ء)

فتح تقویٰ سے ہے

یادرکھوکہ تمہاری فتح تقویٰ سے ہے۔ ورنہ عرب تو نرے لکچرار اور خطیب اور شاعرہی تھے۔اُنہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ خداتعالیٰ نے اپنے فرشتے اُن کی امداد کے لے نازل کئے۔ تاریخ کو اگر انسان پڑھے تو اُسے نظر آئے گا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیم اجمعین نے جس قدرفتوحات کیں وہ انسان کی طاقت اور سعی کا نتیجہ نہیں ہوسکتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک بیس سال کے اندر ہی اندر اسلامی سلطنت عالمگیر ہوگئی۔ اب ہم کو کوئی بتاوے کہ انسان ایسا کرسکتا ہے؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ باربارفرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ھُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل:129)اللہ تعالیٰ متّقیوں کے ساتھ ہے اور صرف تقویٰ محبتِ الٰہی کو جذب نہیں کرتا وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ بھی ہوں۔ متّقی کے معنی ہیں ڈرنے والا۔ ایک ترکِ شرہوتا ہے اور ایک اِفاضۂ خیر۔متّقی ترک شر کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے اور محسن افاضۂ خیرکو چاہتا ہے۔میں نے اس کے متعلق ایک حکایت پڑھی ہے کہ ایک بزرگ نے کسی کی دعوت کی اور اپنی طرف سے مہمان نوازی کا پورا اہتمام کیااور حق ادا کیا۔ جب وہ کھانا کھاچکے تو بزرگ نے بڑے انکسار سے کہا کہ میں آپ کے لائق خدمت نہیں کرسکا۔ مہمان نے کہا کہ آپ نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ میں نے احسان کیا ہے کیونکہ جس وقت تم مصروف تھے میں نے تمہارے مکان آگ نہیں لگا دی اگر تمیں تمہاری املاک کو آگ لگادیتا تو کیا ہوتا۔ غرض متّقی کاکام یہ ہے کہ بُرائیوں سے بازآوے۔ اس سے آگے دوسرا درجہ افاضۂ خیر کا ہے۔جس کو یہاں محسنون کے لفظ سے ادا کیاگیا ہے کہ نیکیاں بھی کرے۔ پورا راستباز انسان تب ہوتاہے۔ جب بدیوں سے پرہیز کرکے یہ مطالعہ کرے کہ نیکی کون سے کی ہے؟

کہتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نوکر چائے کی پیالی لایا۔ جب قریب آیا تو غفلت سے وہ پیالی آپؓ کے سرپر گر پڑی ۔ آپؓ نے تکلیف محسوس کرکے ذرا تیز نظر سے غلام کی طرف دیکھا۔ غلام نے آہستہ سے پڑھا وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ (آل عمران:125) یہ سُن کر امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کَظَمۡتُ۔ غلام نے پھر کہا وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ۔ کَظۡم میں انسان غصّہ دبالیتا ہے اور اظہار نہیں کرتا ہے۔ مگر اندر سے پوری رضامندی نہیں ہوتی۔ اس لئے عفو کی شرط لگادی ہے۔ آپ نے کہا کہ میں نے عفوکیا۔ پھر پڑھا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔ محبوب الٰہی وہی ہوتے ہیں جو کَظۡم اور عفوکے بعد نیکی بھی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جاآزاد بھی کیا۔ راستبازوں کے نمونے ایسے ہیں کہ چائے کی پیالی گراکرآزاد ہوا۔ اب بتاؤ کہ یہ نمونہ اُصول کی عمدگی ہی سے پیداہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ۔(ھود:113) یعنی سیدھا ہو جا۔ کسی قسم کی بد اعمالی کی کجی نہ رہے۔ پھر راضی ہوں گا۔ آپ بھی سیدھا ہو جا اور دوسروں کو بھی سیدھا کر۔

(ملفوظات جلد اول ص165۔166)

انسان اچھی باتوں کی کیوں پیروی نہیں کرتے

کوئی عمدہ سے عمدہ بات قابل پذیرائی اور واجب التعمیل نہیں ہو سکتی۔جب تک اس کے اندر ایک چمک اور جذبہ نہ ہو۔اس کی درخشانی دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہےاور جذب اُن کو کھینچ لاتا ہےاور پھر اس فعل کی اعلیٰ درجہ کی خوبیاں خود بخود دوسرے کوعمل کی طرف توجہ دلاتی ہیں۔دیکھو۔حاتم کا نیک نام ہونا سخاوت کے باعث مشہور ہے۔گو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ خلوص سے تھی۔ایسا ہی رستم واسفند یار کی بہادری کے فسانے عام زبان زد ہیں۔اگرچہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ خلوص سے تھے۔میرا ایمان اور مذہب یہ ہے کہ جب تک انسان سچا مومن نہیں بنتا ۔اس کے نیکی کے کام خواہ کیسے ہی عظیم الشان ہوں لیکن وہ ریا کاری کے ملمّع سے خالی نہیں ہوتے۔لیکن چونکہ ان میں نیکی کی اصل موجود ہوتی ہے اور یہ وہ قابل قدرجوہر ہے جو ہر جگہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔اس لئے بایں ہمہ ملمّع سازی وریا کاری وہ عزت سے دیکھے جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے میرے پاس ایک نقل بیان کی تھی اور خود میں نے بھی اس قصّہ کو پڑھا ہے کہ سرفلپ سڈنی ملکہ الزبتھ کے زمانہ میں قلعہ زلفن ملک ہالینڈ کے محاصرہ میں جب زخمی ہوا۔ تو اس وقت عین نزع کی تلخی اور شدّتِ پیاس کے وقت جب اُس کے لئے ایک پیالہ پانی کا جو وہاں بہت کمیاب تھامہیا کیا گیا۔ تو اُس کے پاس ایک اور زخمی سپاہی تھا جو نہایت پیاسا تھا۔ وہ سر فلپ سڈنی کی طرف حسرت اور طمع کے ساتھ دیکھنے لگا۔سڈنی نے اُس کی یہ خواہش دیکھ کر پانی کا وہ پیالہ خود نہ پیا بلکہ بطور ایثار یہ کہہ کر اُس سپاہی کو دے دیا کہ ”تیری ضرورت مجھ سے زیادہ ہے“مرنے کے وقت بھی لوگ ریا کاری سے نہیں رکتے۔ ایسے کام اکثر ریا کاروں سے ہو جاتے ہیں۔جو اپنے آپ کو اخلاق فاضلہ والے انسان ثابت کرنا یا دکھاناچاہتے ہیں۔غرض کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ اس کی ساری باتیں بُری حالت کی اچھی ہوں۔لیکن سوال یہ ہے کہ انسان اچھی باتوں کی کیوں پیروی نہیں کرتے۔

(ملفوظات جلد اول ص196۔197، ایڈیشن2016ء)

والدہ کی تعظیم

پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی ہے کہ والدہ کی عزت کرے۔ اویس قرنی کے لئے بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یمن کی طرف کو منہ کر کے کہا کرتے تھے۔ کہ مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری میں بہت مصروف رہتا ہے اور اسی وجہ سے میرے پاس بھی نہیں آ سکتا بظاہر یہ بات ایسی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ مگر وہ ان کی زیارت نہیں کر سکتے۔ صرف اپنی والدہ کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں پوری مصروفیت کی وجہ سے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے دو ہی آدمیوں کو السلام علیکم کی خصوصیت سے وصیت فرمائی یا اویس کو یا مسیحؑ کو۔ یہ ایک عجیب بات ہے۔ جو دوسرے لوگوں کو ایک خصوصیت کے ساتھ نہیں ملی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ ان سے ملنے کو گئے۔ تو اویس نے فرمایا کہ والدہ کی خدمت میں مصروف رہتا ہوں اور میرے اُونٹوں کو فرشتے چرایا کرتے ہیں۔ ایک تو یہ لوگ ہیں جنہوں نے والدہ کی خدمت میں اس قدر سعی کی اور پھر یہ قبولیت اور عزت پائی۔ ایک وہ ہیں جو پیسہ پیسہ کے لئے مقدمات کرتے ہیں اور والدہ کا نام ایسی بُری طرح لیتے ہیں کہ رذیل قومیں چُوہڑے چمار بھی کم لیتے ہوں گے۔ ہماری تعلیم کیا ہے؟ صرف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی پاک ہدایت کا بتلا دینا ہے۔ اگر کوئی میرے ساتھ تعلق ظاہر کرکے اس کو ماننا نہیں چاہتا تو وہ ہماری جماعت میں کیوں داخل ہوتا ہے؟ ایسے نمونے سے دوسروں کو ٹھوکر لگتی ہے اور وہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے لوگ ہیں جو ماں باپ تک کی بھی عزت نہیں کرتے۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا منہ نہ دیکھیں گے۔ پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور وفاداری کے رنگ میں خدا رسول کے فرمودہ پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ بہتری اسی میں ہے۔ ورنہ اختیار ہے۔ ہمارا کام صرف نصیحت کرنا ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 270ایڈیشن 2016ء)

بقیہ از صفحہ 8۔نواب مودود احمد خان

صاحبزادہ مرزا خورشید احمد،نواب مودود احمد خان اور صاحبزادہ مرزا غلام احمد

ان سے علیحدہ کمرے میں اپنا دفتر لگانے کی تجویز دی گئی مگر ہمیشہ مسکر اکر ٹال دیتے۔

جمعہ کے روز اپنے دفتر سے جب گیسٹ ہاؤس آتے تو پہلے MTA لگوا کر Repeat خطبہ سنتے اس کے بعد کام شروع کرتے۔ انہیں کبھی غصہ میں نہ دیکھا اور نہ غلطی پر ڈانٹتے ۔ صرف چہرے کے تاثرات سے پتا چلتا کہ وہ خوش نہیں ہیں۔

میں نے محسوس کیا کہ انہیں اس وقت بہت ناگوار گزرتا جب کوئی عہدیدار کسی دوسرے کی شکایت لگاتا۔ اکثر یہی دیکھا کہ وہ شکایت سن تو لیتے مگر بات کو آگے نہ بڑھاتے۔ اسی طرح انہیں بہت گراں گزرتا جب وہ یہ دیکھتے کہ دو عہدیدار آپس میں الجھ پڑے ہیں یا کوئی تلخ کلامی ہوئی ہے۔ وہ خود نفیس طبیعت کے مالک تھے اور دوسروں سے بھی یہی توقع کرتے۔ آپ سے جو ملنے آتا اس کو ضرور وقت دیتے۔ اکثر بات سننے علیحدہ چلے جاتے اور جب تک سائل بات کرتا رہتا آپ سنتے رہتے۔

خاکسارسے ہمیشہ شفقت سے پیش آتے اور کمانڈرصاحب کہہ کر پکارتے۔میری نیوی کی ملازمت تھی مجھے صبح جلدی کام پر جانا ہوتا تھا۔ گیسٹ ہاؤس میں رات گئے جماعتی کام جاری رہتے اور مجھے رکنا پڑتا۔ کئی بار مجھ سے معذرت کرتے اور کبھی خود ہی مجھے جانے کا کہہ دیتے۔

کمانڈرصاحب نے مختصرالفاظ میں محترم نواب مودوداحمدخان کی شخصیت کا بڑی خوبصورتی سے احاطہ کیا ہے۔ کمانڈر صاحب کو کراچی سے لاہور منتقل ہونا پڑا جس کی وجہ سے نواب صاحب کے ساتھ کام جاری نہ رکھ سکے۔محترم نواب مودود احمد خان جب بھی ربوہ میں مجھے ملتے تو بڑے بھائی کے بارہ میں انتہائی محبت کے ساتھ پوچھا کرتے تھے کہ ”ہمارے کمانڈر صاحب کا کیا حال ہے۔“ سلام دُعا کے بعد یہ نواب صاحب کا مستقل سوال مجھ سے رہا۔اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کو اپنے ساتھ کام کرنے والوں کا کس قدر خیال رہتا اور بعد میں بھی ان کو یاد رکھا کرتے تھے۔ بھائی جب لندن چلے گئے تو جلسہ سالانہ کے مواقع پر نواب صاحب سے ملاقات ہوجاتی تھی اور پھر میرے ساتھ ربوہ میں بھی اس ملاقات کا ذکر فرماتے تھے۔

محترم نواب مودود احمد خان کی دلنواز اور پُر وقار شخصیت ہمہ وقت ایک فلم کی صورت میں آنکھوں کے سامنے گھومتی ہے۔ آپ کی تمام عمر محنت، اخلاص ووفا اور شفقت و محبت سے عبارت ہے۔ آپ خلافتِ احمدیہ کے سلطانِ نصیر تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔آپ کی اولاد کو آپ کی نیک روایات اوراقدار کی حفاظت کی توفیق دے اور جماعت کو ایسے باوفا ، باعمل اور باکمال شخصیات سے نوازتا رہے۔ آمین

محمد محمود طاہر

ماہر قانون دان، مخلص خادم سلسلہ، معاملہ فہم اور شفیق شخصیت
مکرم نواب مودود احمد خان کا ذکر خیر

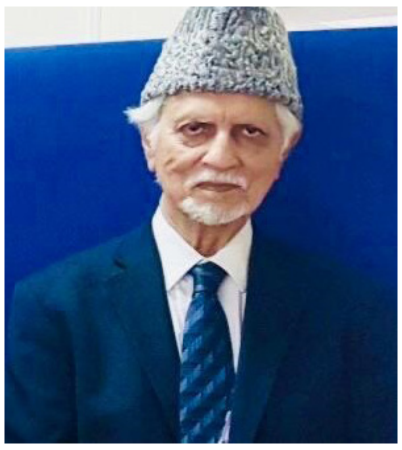

مکرم نواب مودوداحمدخان امیر جماعت کراچی مورخہ 14جولائی 2019ء کو78سال کی عمر میں وفات پاگئے۔آپ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چشم و چراغ تھے۔ آپ جدّ اللہ حضرت نواب محمد علی خانؓ آف مالیر کوٹلہ اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ دختر نیک اخترحضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ کے نواسے تھے۔ یوں آپ میں تین معززخاندانوں کا خون شامل تھااوراُن سب کی خوبیوں اور نیک روایات کے آپ امین تھے۔آپ 12- اپریل 1941ء کو قادیان میں مکرم نواب مسعود احمد خان اورمکرمہ سیدہ طیبہ بیگم کے ہاں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے قانون کی تعلیم حاصل کرکےایک انٹر نیشنل لاءفرم Orr.Dignam&Co سے منسلک ہوگئے اور نصف صدی سے زائد عرصہ اسی فرم کے ساتھ وابستہ رہے۔ کارپوریٹ لاء کے ماہرین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

محترم نواب مودود احمد خان ایک پُر کشش شخصیت کے مالک تھے۔آپ سے ملاقات کر کے انسان اپنی طبیعت میں فرحت اور انبساط محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔آپ کی شخصیت و خدمات کا تذکرہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ 19جولائی 2019ء میں بڑی تفصیل کے ساتھ فرمایا تھا۔

آپ فدائی خادم سلسلہ،شفیق اورہردلعزیز شخصیت، چہرے پر ابتسام ، طمانیت اور بشاشت ہمہ وقت موجود ۔نرم خو، گویا ہوں تو یوں محسوس ہو کہ پھول کھل رہے ہیں۔مشورہ لیں تو انتہائی مدّبرانہ اور صائب الرائے اور معاملہ فہمی جھلکتی نظر آئے۔آپ ان کی محفل میں گفتگو ساعت کریں تو آپ کی وسعت ِعلمی،کثرت مطالعہ اور مثبت اندازِ فکر کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بزرگان سلسلہ کا ذکر آجائے تو اُن کی روایات اور خدمات کی قدردانی آپ کی زبان سے روانی کے ساتھ جاری ہو جاتی تھی۔آپ کا شمار اُن معدودے چند بزرگان میں ہوتا ہے جنھوں نے صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعتی بزرگان کی نیک روایات کا تذکرہ اپنی محافل میں جاری رکھنے کا بیڑہ اُٹھا رکھا تھا۔گویا آپ کے دل میں تڑپ تھی کہ تبع تابعین اور اُن کی اگلی نسلیں صحابہؓ کی روایات اور اقدار کی امین بنیں۔ یہ تبھی ممکن ہوتا ہے جب آپ روایات ِ صحابہؓ سے شناسا ہوں۔مکرم مودود احمد خان وسیع المطالعہ شخصیت کے حامل تھے۔جماعتی لٹریچر اور تاریخ و سیرت کا گہرا مطالعہ تھا اور اپنی گفتگو میں اس کا استعمال کرتے تھے۔یہ بات خاکسار اپنے تجربہ کی بنا پر لکھ رہا ہے اور خاکسار کو سالہا سال متعدد باران کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا اور جب بھی اُن کی محفل سے اُٹھے تو علمی وروحانی سیرابی کے ساتھ ہی واپس لوٹے۔

مکرم نواب مودوداحمدخان سے پہلی بار باقاعدہ ملاقات کراچی میں نوّے کی دہائی کے آخر میں ہوئی اس وقت آپ امارت کراچی کے منصب ِ جلیلہ پر فائز ہو چکے تھے۔ خاکسار پریس سیکشن کی طرف سے پریس روابط کے حوالہ سے جماعتی دورہ پر کراچی گیا۔ آپ سے ملاقات ہوئی آپ نے بہت پذیرائی کی اور فوراً فرمایا کہ عاملہ اور صدران جماعت جس میں مربیان بھی شامل ہوتے ہیں ان کی ہفتہ وار میٹنگ ہوگی اس میں آجائیں اور جماعتی مؤقف کو بیان کریں ۔اگرچہ میں اپنا مدعا آپ کے سامنے بیان کر چکا تھا لیکن آپ نے میٹنگ میں تعارف کروایا اور فرمایا کہ سب کے سامنے دورے کی جماعتی غرض کو تفصیل سے بیان کریں۔ اس دورے میں آپ کی طرف سے کی جانے والی پذیرائی اور آپ کی قدردانی ، جماعتی عہدیدار کا احترام ، آپ کی مہمان نوازی، شفقت و محبت سبھی اخلاق میرے دل پر مرتسم ہوگئے۔پھر یہ سلسلہ اگلے 20، 22سال تادم واپسیں چلتا رہا۔

طاہر فاؤنڈیشن کے قیام پرآپ اس کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے ۔ میراتقرر روزنامہ الفضل سے طاہر فاؤنڈیشن میں ہوگیا۔تقریباً چھ سال اس حوالہ سے آپ سے یہ رابطہ رہا۔ہر میٹنگ پر آپ سو حرج کر کے بھی مرکز تشریف لاتے اور اپنی قیمتی آراء سے نوازتے۔غیر رسمی ملاقات کے دوران جو میٹنگ سے پہلے یا کھانے کی میز پر آپ سے ہوتی تو آپ کی جاذب شخصیت اور تبحّرِ علمی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتی۔ اس عرصہ کے دوران میرے بھائی کمانڈر ناصر احمدآپ کے ساتھ بطور جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کراچی خدمت سرانجام دے رہے تھے تو آپ اس حوالہ سے ان کا ذکر بھی ضرور میرے ساتھ کیا کرتے تھے۔جماعتی عہدیداران سے شفقت و محبت اور ان کا یکساں احترام آپ کی شخصیت کا نمایاں وصف تھا۔ مرکزی نمائندہ وہ خواہ چھوٹے عہدہ پر ہے یا بڑے سب کو واجب الاحترام جان کر ان کی عزت و توقیر اور مہمان نوازی کرتے آپ کی اس خوبی کے آج بھی سینکڑوں عہدیداران گواہ ہوں گے۔میں نے اپنی پہلی ملاقات کا احوال ابھی بیان کیا ہے۔ خاکسار کے پاس اس وقت کوئی باقاعدہ عہدہ نہ تھا لیکن ایک جماعتی نمائندہ بن کر گیا۔ آپ نے جو عزت و احترام دیا میں وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

مجھے سب سے زیادہ آپ کو قریب سے دیکھنے اور آپ کی شخصیت سے فیضیاب ہونے کا موقع طاہر فاؤنڈیشن میں عرصہ خدمت کے دوران ملا ۔ اس دوران کا ایک واقعہ ہدیۂ قارئین کرتا ہوں۔ طاہر فاؤنڈیشن کی عموماً سہ ماہی میٹنگز ہوتی تھیں۔ آپ ان میں کراچی سے تشریف لاتے۔ کبھی آپ فیصل آباد یا کبھی لاہور ایئر پورٹ سے ربوہ تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ نے کبھی دفتر طاہر فاؤنڈیشن کو خدمت کا موقع نہیں دیا کہ وہ آپ کو ائیر پورٹ سے ربوہ لانے کے لئے انتظام کرے۔آپ معمور الاوقات شخصیت تھے اور اللہ تعالیٰ نے رزق کی فراوانی بھی عطا کر رکھی۔ آپ میٹنگز کے مواقع پر ہوائی سفر ہی کیا کرتے تھے۔ سفر کے اخراجات ہمیشہ اپنی گرہ سے کرتے تھے۔ایک بار مکرم چیئرمین صاحب نے اظہار فرمایا کہ جو ممبران دور کا سفر کر کے میٹنگز کیلئے آتے ہیں دفتر ان کے اخراجات ادا کردیا کرے۔مکرم چیئرمین صاحب کا پیغام آپ تک پہنچایا گیا توآپ نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہوئی ہے میں جماعتی میٹنگز پر آنے کے لئے اپنے اخراجات بڑی خوشی سے برداشت کر سکتا ہوں۔ تاکید مزید کے باوجود آپ نے فرمایا کہ یہ تصور بھی نہیں ہو سکتا۔یہ عمل آپ کی وسعت قلبی ، جماعتی قربانی، مالی قربانی اور سفر خرچ کر کے بھی جماعتی میٹنگز میں شامل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

بہترین مشورہ اور آپ کی عمدہ راہنمائی سے بہت سے لوگ فیضیاب ہوئے ہوں گے۔ میرے بڑے بیٹے عزیزم کاشف محمود طاہر نے جب ارادہ کر لیا کہ اسے قانون کی تعلیم حاصل کرنی ہے تو اس حوالہ سے مکرم نواب مودود احمد خان سے میں نے ذکر کیا۔ آپ نے اس پر بہت خوشی کا اظہار بھی فرمایا کہ اس میدان میں احمدی نوجوانوں کو اُترنے کی ضرورت ہے اور پھر کون سی تعلیم اور کہاں سے حاصل کرنی ہے اس کے بارہ میں نہایت صائب رائے دی۔ آپ نے فرمایا کہ تعلیمی تنزل کی وجہ سے عام کالجز سے صرف ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کر لینا آج کل زیادہ مفید نہیں ہوگا۔ اگر استطاعت ہے تو بیٹے کو لندن یونیورسٹی کی ڈگری کروائیں جو پاکستان میں ہی کئی کالجز میں ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آپ نے ناصرف مجھے مشورہ دیا بلکہ بیٹے کو ملنے کا وقت بھی دیا اور اس کی بھی تفصیلی رہنمائی کی۔چنانچہ آپ کے مشورہ کے مطابق بیٹے نے لندن یونیورسٹی کی ڈگری حاصل کی اور آج کل ایک معروف لاءفرم میں پریکٹس کررہا ہے۔آپ دوران تعلیم بھی عزیزم کا شف کی حوصلہ افزائی کرتے رہے اورملاقات کے دوران بھی پوچھتے رہے اور بذریعہ فون بھی عزیزم کے ساتھ رابطہ رکھا۔میرابیٹا بھی آپ کی حوصلہ افزائی ، پیشہ وارانہ مہارت اور شفقت سے بہت متاثر ہے۔بیماری کے دوران بھی آپ سے بذریعہ فون رابطہ ہو جاتا تھا آپ ازراہِ شفقت بڑی محبت کے ساتھ پیش آتے رہے۔

آپ کے سینہ میں ایک درد مند دل تھا جو احباب ِ جماعت کی روحانی، اخلاقی،معاشی اور معاشرتی ترقی کیلئے ہمیشہ دھڑکتا تھا۔احمدی نوجوانوں کی بالخصوص اور باقی احباب جماعت کی بالعموم روحانی ترقی کی آپ کو فکر دامنگیر رہتی تھی۔آپ محض اعدادو شمار سے تسلی نہیں پاتے تھے بلکہ ٹھوس کارکردگی دکھانے کے قائل تھے۔ آپ جماعت کراچی کے لئے ایک شفیق باپ کی طرح تھے۔ آپ چونکہ خود نرم خُواور وسعت ِ حوصلہ کے مالک تھے اس لئے آپ اپنے ارد گرد بھی یہی اخلاق اور اقدار دیکھنا چاہتے تھے۔تقریباً 23سالہ دورامارت میں آپ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ امارت ضلع کراچی کے ساتھ ساتھ آپ مرکز میں صدر انجمن، مجلس تحریکِ جدید، فضل عمر فاؤنڈیشن، طاہر فاؤنڈیشن اور دیگرکمیٹیز کے ممبر تھے۔ محترم نواب مودود احمد خان کی شادی محترم ملک عمر علی کھوکھر رئیس ملتان کی صاحبزادی سے ہوئی جو حضرت میر محمد اسحاق کی نواسی ہیں۔ نواب مودود احمد خان کے بیٹے مامون احمد خان بھی اپنے والد کے پیشہ سے وابستہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے قابل فخر والد کا علمی اور روحانی وارث بنائے۔آمین۔

خاکسار کے بڑے بھائی کمانڈر ناصر احمد(وقف)دفتر پرائیویٹ سیکرٹری اسلام آباد برطانیہ سابق جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کراچی مکرم نواب مودود احمد خان کی شخصیت کا احاطہ ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں۔(خاکسار کی تحریک پر انہوں نے یہ تحریر کیا ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء)کمانڈر بیان کرتے ہیں کہ

’’خاکسار کو دوران عرصہ 07-2004ء مکرم نواب مودود احمد خان مرحوم کے ساتھ بحیثیت جنرل سیکرٹری جماعت کراچی کام کرنے کی سعادت ملی۔اس دوران آپ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔آپ بے انتہا خوبیوں کے مالک شخصیت تھے۔ جماعتی ذمہ داریاں انتہائی خاکساری کے ساتھ ادا کرتے ۔ گیسٹ ہاؤس کراچی میں اپنے لئے کوئی باقاعدہ دفتر یا میز نہ رکھی تھی۔جب دفتر آتے تو جنرل سیکرٹری کے میز کے سامنے بیٹھ جاتے اوروہیں ڈاک ملاحظہ کرتے۔ کئی بار

باقی صفحہ 7پر

ڈاکٹر محمد جلال شمس۔ لندن

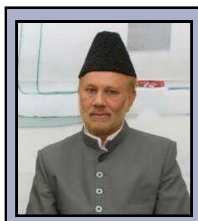

قیدِ مسرّت
ترکی میں اسیر راہ مولیٰ بننے کی داستان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ مولیٰ کریم جل شانہ نے اس عاجز کو نیز بعض ترک احمدیوں کو راہ مولیٰ کے اسیر بننے کی سعادت بخشی۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

خاکسار کی زندگی میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جو خاکسار، خاکسار کے اہل و عیال اور افراد خاندان کےلئے سرا سر خوش بختی اور مسرّت کا پیغام لے کر آیا۔خاکسار کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ مجھے یورپ کا پہلا اسیر راہ مولیٰ ہونے کا اعزاز ملنے والا ہے۔ جو عاجز کی نسلوں کے لئے بھی فخر کا موجب ہوگا۔ اس کے لئے میں اپنے مولیٰ کا شکر گزار ہوں۔ لیکن مجھے احساس ہے کہ شکرِ ایزدی کا حق ادا کرنا عاجز کے بس کی بات نہیں۔

بہت سے احباب نے عاجز کو تحریک کی کہ اسارت کے حالات لکھ کر شائع کرواؤں۔ لیکن میں پس و پیش سے کام لیتا رہا۔ لیکن یہ سوچ کر کہ یہ بھی احمدیہ تاریخ کا ایک ضروری باب ہے ، یہ حالات لکھ رہا ہوں۔ تاکہ احمدی بھائی اور بہنیں عاجز اور عاجز کے اہل و عیال کےلئے اور بالخصوص ترکی کے ان بھائیوں اور بہنوں کےلئے دعائیں کریں جنہوں نے اخلاص اور وفا سے اسارت کے دنوں کی سختیاں برداشت کیں۔ نیز یہ دعا بھی کریں کہ مولیٰ کریم ہماری اسارت کو ترکی میں احمدیت کے نفوذ کا ایک ذریعہ بنادے ۔

کئی سال پہلے کی بات ہے کہ میری والدہ محترمہ نے ایک خواب دیکھا کہ شمس شیشے کے کمروں سے بنے ہوئے ایک قید خانہ میں مقیّد ہے۔ جس کے دروازہ پر سپاہی پہرہ دے رہے ہیں۔ دیکھنے والوں کو اندر جانے کی اجازت نہیں البتہ وہ باہر سے دیکھ سکتے ہیں۔ خواب میں ہی خاکسار کے بڑے ماموں جان مکرم چوہدری محمد لطیف آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ شمس کو پولیس نے صرف پوچھ کچھ کی غرض سے روکا ہوا ہے۔ ان شاء اللہ جلد ہی رہا کردیں گے۔

اس خواب کے کچھ عرصہ بعد جب یہ بات دریافت ہوئی کہ خاکسار کو ذیابیطس کی تکلیف ہے تو میری والدہ محترمہ نے سمجھا کہ خواب میں میرے قید ہونے سے اسی بیماری میں گرفتار ہونا مراد تھا۔ لیکن دراصل خواب کا اشارہ اس بیماری کی طرف نہیں تھا بلکہ عملاً قید ہوکر اسیر راہِ مولیٰ بننا مقصود تھا۔ نیز اللہ تعالیٰ کی صفت لطیف کی برکت سے رہائی نصیب ہونے کی خوشخبری بھی خواب میں دی گئی ۔خاکسار کو 2001 ء میں جمہوریہ ترکی کا سفر اختیار کرنے کا موقع ملا۔ اس موقع پر مکرم برادرم عثمان شکّر صاحب کے ساتھ ترک جمہوریہ شمالی قبرص جانے کا موقع بھی میسر آیا۔ اس موقع پر احمدی احباب کے ساتھ ملاقات کرکے تربیتی گفتگو کرنے کی سعادت بھی ملی۔ نیز بعض باقاعدہ مجالس بھی منعقد کی گئیں۔ علاوہ ازیں غیر از جماعت احباب کے ساتھ بھی گفت و شنید کی گئی۔ جس کے نتیجہ میں متعدد احباب بیعت کرکے داخل سلسلہ عالیہ احمدیہ ہوئے۔ غالباً اسی بناء پر ترکی کی احمدی جماعت نے مرکز کی وساطت سے مکرم امیر صاحب جرمنی کی خدمت میں درخواست کی کہ خاکسار کو ایک ماہ کےلئے ترکی کے دورہ پر بھجوایا جائے۔ چنانچہ خاکسار نے فون پر مکرم صدر صاحب جماعت ترکی کو مطلع کیا کہ خاکسار ماہ اپریل 2002 ء کے پہلے عشرہ میں ان شاء اللہ استنبول پہنچ جائے گا۔ بعد میں بعض وجوہات کی بناء پر خاکسار نے دوبارہ رابطہ کرکے مشورتاً عرض کیا کہ کیا یہ زیادہ بہتر نہیں ہوگا کہ خاکسار ماہ مئی میں استنبول کا دورہ کرے۔ اس پر صدر صاحب جماعت ترکی نے احباب جماعت کے ساتھ مشورہ کرکے مجھے فون کیا اور کہا کہ اگر خاکسار کو کوئی مجبوری ہے تو جماعت ترکی، مکرم امیر صاحب جرمنی سےدرخواست کرسکتی ہے کہ کسی دوسرے ترکی زبان جاننے والے مبلغ کو ترکی کے دورہ پر بھجوادیا جائے۔ خاکسار نے جواباً کہا کہ مجھے کوئی مجبوری نہیں اور میں اپریل 2002 ء کے شروع میں ہی استنبول پہنچے کی سعی کروں گا۔ بعد میں ظاہر ہونے والے واقعات نے ثابت کردیا کہ محض تقدیر الٰہی اس عاجز کو اِس سفر پر آمادہ کررہی تھی۔

خاکسار نے روانگی سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں خط لکھ کر حضور اقدس کو اپنے سفر کی اطلاع دی اور حضور سے دعا کی درخواست کی۔ عاجز 10 اپریل2002ءکر بروز بدھ ہوائی جہاز کے ذریعہ استنبول پہنچا۔ مکرم عثمان شکّر اور مکرم محمت سعید آرکون صاحب نے خاکسار کا استقبال کیا۔ اور خاکسار کو عثمان شکّر صاحب کے گھر پہنچایا گیا۔ اگلے روز خاکسار اور عثمان شکّر صاحب نے محلہ ایوب سلطان میں موجود حضرت ابو ایوب انصاریؓ میزبان رسول ﷺ کے مزار پر پہنچ کر دعا کی۔ اگلے دن نماز جمعہ ایک چھوٹی مسجد میں ادا کی جہاں مکرم برادرم عثمان شکّر (ترکی معلم) نے خطبہ دیا اور نماز کی امامت کی۔ دراصل یہ مسجد ایک دفتر میں کام کرنے والے احباب کےلئے ہے۔ جس کے انچارج ایک احمدی دوست ہیں۔ اسی روز رات کا کھانا مکرم یُوکسلّ صاحب کے گھر جاکر کھایا۔ وہیں پر تبلیغی گفتگو کے نتیجہ میں مکرم یُوکسلّ صاحب کی خوش دامن صاحبہ نے بیعت فارم پُر کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔

ہماری گرفتاری

14۔اپریل 2002 ء کو ہفتہ کے روز ایک بہت ہی مخلص ترک احمدی دوست مکرم محمت اوندر (Mehmet Onder) نے دوپہر کے کھانے پر خاکسار اور برادرم مکرم عثمان شکّر کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ اس موقع پر مکرم محمتّ کے ہم زلف مکرم فاروق صاحب کے ساتھ گفتگو کا موقع ملا۔ یہ صاحب عراق کے ترکمان (قبیلہ سے) ہیں اور استنبول میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کے بارہ میں مجھے بتایا گیا تھا کہ بہت کٹر ہیں۔ عاجز کے ساتھ گفتگو کے بعد انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ان کے اکثر سوالات کا جواب مل گیا ہے۔ صرف چند سوالات باقی رہ گئے ہیں۔ اُسی شام عثمان شکّر (ترکی معلم) کے برادر نسبتی مکرم عُزیر(Uzeyir) کے گھر میں کھانے کی دعوت تھی۔ مکرم عُزیر نے اپنے ساتھ ایک ہی فرم میں کام کرنے والے بعض احباب کو بھی کھانے پر بلالیا۔ علاوہ ازیں اپنے محلہ کی مسجد کے امام صاحب اور چند دیگر نمازیوں کو بھی کھانے پر مدعو کرلیا ۔ جب خاکسار اور مکرم عثمان شکّر ، مکرم عزیر کے گھر پہنچے تو امام صاحب اور دیگر احباب وہاں پہلے سے موجود تھے۔ خاکسار نے امام صاحب کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ چند عمومی باتوں کے بعد موضوع سخن ترکی کے مسلمانوں کی حالت بن گیا۔ امام صاحب نے کہا کہ ترکی میں سیکولرزم کی وجہ سے مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم ہو رہا ہے۔ مسلمان اپنے بچوں کو گھر میں بھی قرآن کریم کی تعلیم نہیں دے سکتے۔ عورتوں اور بچیوں کو اسکولوں، کالجوں اور دیگر سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں سر پر اسکارف باندھنے کی اجازت بھی نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ امام صاحب کی خواہش تھی کہ میں اُن کی ہاں میں ہاں ملاؤں۔ مگر میں نے کہا کہ یہ آپ لوگوں کے اندرونی مسائل ہیں اور ایک غیر ملکی ہونے کی وجہ سے مجھے ہر گز یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں آپ کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کروں۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر زندہ موجود ہونے یا وفات شدہ ہونے کا سوال زیر بحث آیا۔ ترکی امام صاحب حضرت عیسیٰؑ کے زندہ آسمان پر موجود ہونے کے قائل تھے۔ خاکسار نے اُنہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں۔ قریباً ایک گھنٹہ کی گفتگو کے بعد ترکی امام صاحب کہنے لگے کہ اُنہیں جلدی ہے اور وہ فوراً جانا چاہتے ہیں۔ صاحبِ خانہ نے کہا کہ میں نے تو آپ سب کا کھانا تیار کروا لیا ہوا ہے۔ آپ کھانا تو کھالیں۔ لیکن امام صاحب نے کہا کہ وہ ہر گز مزید ٹھہر نہیں سکتے۔ یہ کہہ کر امام صاحب گھر سے باہر نکل گئے اور اُن کے ساتھ ہی چارپانچ دوست مزید کھانا کھائے بغیر چلے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد صاحب خانہ نے اندر سے برتن وغیرہ لاکر میز پر رکھے اور کھانا بھی لانے لگے۔ ابھی پورا کھانا لا کر میز پر نہیں لگایا تھا کہ (ترکی امام) کے جانے کے قریباً بیس منٹ بعد اچانک پولیس اندر داخل ہوئی۔ اُن کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں مگر وہ سویلین کپڑوں میں ملبوس تھے۔ ایک پولیس آفیسر نے جس کے ہاتھ میں بندوق تھی، اندر داخل ہوتے ہی اُونچی آواز میں کہا کہ خبردار! کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اس کے بعد ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم سب کھڑے ہوجائیں اور ہماری جیبوں میں جو کچھ بھی ہے وہ سب نکال کر میز پر رکھ دیں۔ بعد ازیں پولیس نے کمرے کی تلاشی لینی شروع کی اور وہاں ایک الماری میں موجود کتب بالخصوص چھان بین شروع کی۔ صاحب خانہ مکرم عزیز احمدی ہیں۔ ان کے گھر میں جماعت احمدیہ کی بہت سی کتب موجود تھیں۔ وہ سب کتب پولیس نے اپنے قبضہ میں لے لیں۔ دریں اثنا ایک اور پولیس آفیسر نے مکرم برادرم عثمان شکّر اور خاکسار کو باری باری ساتھ والے کمرے میں بلا کر ڈرایا دھمکایا۔ چونکہ وہ سویلین کپڑوں میں ملبوس تھا لہٰذاہمیں اس کے رینک کا علم تو نہ ہوسکا۔ البتہ یہ یقینی بات تھی کہ وہ عام آفیسرز سے بڑے درجہ کا کوئی آفیسر ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ کسی بھی پولیس آفیسر نے ہمیں اپنا شناختی کارڈ نہیں دکھایا جو کہ یورپ میں بالعموم ضروری سمجھا جاتا ہے۔ بہرحال اُس نے خاکسار کے کوٹ کے بٹن ہول میں انگلی ڈال کر ہلاتے ہوئے مجھے دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ترکی میں ایک بہت سنجیدہ پولیس آرگنائزیشن موجود ہے اور تم سمجھتے ہو کہ میں جرمن نیشنل ہوں ۔یاد رکھو میں یہ نہیں دیکھوں گا کہ تم جرمن ہو یا امریکن۔ میں تمہیں مکھی کی طرح کچل کر رکھ دوں گا۔ تمہیں اس بارہ میں ہر گز کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔ وغیرہ وغیرہ خاکسار منہ سے تو کچھ نہ بولا ۔ البتہ زیر لب دعاؤں میں مصروف رہا۔

چونکہ کھانے کے برتن میز پر پڑے ہوئے تھے اور کچھ کھانا بھی صاحب خانہ نے اندر سے لاکر میز پر رکھا ہوا تھا، لہٰذا پولیس نے ہمیں کہا کہ اگر ہم کھانا کھا سکتے ہیں تو کھا لیں۔ ہم نے جلدی تھوڑا بہت کھانا کھایا۔ بعد ازیں پولیس نے ہمیں برآمدے میں کھڑا کیا اور آگے پیچھے پولیس کی گارڈ کے پہرہ میں ہمیں باہر لے جاکر ایک وین میں بٹھا دیا۔ خاکسار یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ پولیس کی متعدد گاڑیاں وہاں موجود تھیں۔ ہمیں وین میں بٹھانے سے قبل ہی ہمارے تمام کاغذات ، نقدی اور موبائل فون وغیرہ پولیس نے قبضہ میں لے لئے تھے۔ ہمیں کہہ دیا گیا کہ ہم آپس میں کوئی بات نہ کریں۔ کچھ دیر کے بعد برادرم مکرم عثمان شکّر سے پوچھنے لگے کہ تمہارے گھر پر پہنچنے کا راستہ کون سا ہے۔ مکرم عثمان نے سمجھانے کی کوشش کی تو پولیس والوں نے کہا کہ ہمیں راستہ خوب معلوم ہے۔ بعد میں ہمیں پتہ لگا کہ پولیس والوں نے استنبول میں موجود تمام احمدیوں کی لسٹ تیار کی ہوئی ہے۔ اُن کو علم تھا کہ کون کہاں رہتا ہے۔ دراصل وہ لمبے عرصہ سے خفیہ طور پر احمدی احباب کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے۔ احمدیوں کے فون سنے جارہے تھے۔ حتیّٰ کے موبائل فون بھی سنے اور ریکارڈ کئے جارہے تھے۔ اُن کو یہ بھی علم تھا کہ کب خاکسار استنبول پہنچ رہا ہے اور کیا پروگرام خاکسار کے لئے مقامی احباب کی طرف سے تیار کیا گیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

پولیس ہمیں لے کر مختلف احمدی احباب کے گھروں تک گئی۔ جن کی لسٹ ان کے پاس موجود تھی۔ سب سے پہلے مکرم عثمان شکرؔ کے گھر کے اندر داخل ہوئے۔ مکرم عثمان کو ساتھ لے گئے باقی دوست وین کے اندر ہی رہے۔ پولیس نے ان کے گھر میں موجود تمام احمدیہ لٹریچر پر قبضہ کیا۔ اسی طرح عثمان شکرؔ کے ذاتی کمپیوٹر کو بھی پولیس نے قبضہ میں لے لیا۔ عثمان شکرؔ نے یہ کمپیوٹر ذاتی رقم سے خریدا تھا اور اسے احباب جماعت کی تربیت کی خاطر استعمال کرتے تھے۔ اسی کمپیوٹر پر اُنھوں نے تبلیغی و تربیتی سی ڈی وغیرہ تیار کی ہوئی تھی۔ نیز ہر ماہ حضور اقدس کے خطابات نیز دیگر احمدیہ لٹریچر بھی تیار کرکے احمدی احباب میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ پولیس نے کمپیوٹر کے ساتھ تمام سی ڈیز پر بھی قبضہ کرلیا۔ حتیّٰ کے خاکسار کے سامان میں سے خاکسار کا ذاتی کیمرہ بھی پولیس اٹھا کر لے گئی۔ یہ وہ سامان ہے جو عثمان شکر کے گھر میں پڑا ہوا تھا۔ کیونکہ خاکسار کی رہائش بطور مہمان عثمان شکرؔ کے گھر میں ہی تھی۔

وہاں سے نکلنے کے بعد پولیس باری باری احباب کے گھروں میں گئی اور ہر گھر سے احمدی احباب کو گرفتار کرنے کے علاوہ اُن کے گھروں میں موجود احمدیہ کتب، نیز پرسنل کمپیوٹرز پر بھی قبضہ کیا۔ یہ ساری کارروائی شہر کے ایشیائی حصہ میں کی گئی۔ بعد ازیں سب احمدی احباب کو پولیس کے مرکز میں لے جایا گیا۔ پولیس کے مرکز پہنچ کر ہمیں معلوم ہوا کہ شہر کے یورپین حصہ سے بھی احمدی احباب کو پولیس گرفتار کرکے پولیس کے مرکز میں لاچکی ہے۔ بلکہ پولیس کا مرکز شہر کے یورپین حصہ میں ہونے کی وجہ سے اُس حصہ کے احمدی ، ہم سے بھی پہلے پولیس کے مرکز میں لائے جا چکے تھے۔ بعد میں پولیس نے FIR تیار کی۔

پولیس مرکز میں ہم سب کو ایک دیوار کے ساتھ کھڑا کردیا گیا۔ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اپنے مونہہ دیوار کی طرف کرلیں اور ہاتھ اُوپر کرکے دیوار کے ساتھ لگالیں۔ نیز یہ کہ آپس میں گفتگو نہ کریں۔ بعد ازاں ہم میں سے ہر ایک کے سر پر کپڑے کا تھیلا چڑھا دیا گیا۔ تاکہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکیں۔ ہم میں سے کوئی بھی اس طرح کی صورتِ حال کا عادی نہیں تھا۔ تمام احباب بھی بہت اذیت میں تھے۔ برادرم مکرم محمت سعید آرکون تو بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔ اُس کے بعد ہمیں ایک ایک کرکے مختلف کمروں میں لے جاکر مختلف سوالات پوچھے گئے۔ پوچھ گچھ کا انداز اس طرح کا تھا کہ ایک پولیس آفیسر قریباً ایک گھنٹہ سوال پوچھتا رہا۔ پھر دوسرا پولیس آفیسر اندر آجاتا اور پہلا افسر کسی بہانے سے باہر چلا جاتا اور پھر تیسرا آفیسر آجاتا اور سوالات پوچھنا شروع کردیتا۔ اُس رات ہمیں صبح قریباًساڑھے چار بجے تک اِسی طرح جاگتے رہنے اور سوالات کا جواب دینے پر مجبور کیا گیا۔ ہر ایک کو الگ الگ حجرے میں بند کیا گیا اور باہر سے تالا لگا دیا گیا۔ کمروں کے اندر نیم اندھیرا سا تھا۔ ہلکی ہلکی اس بلب کی روشنی آرہی تھی جو حجروں کے باہر والے کوریڈور میں جل رہے تھے۔ قریباً دو گھنٹے ہمیں آرام کے لئے دیئے گئے۔ ساڑھے چھ بجے کے قریب ہمیں دوبارہ جگا یا اور از سر نو پوچھ گچھ کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ دن کے وقت کبھی تو ہم میں سے ہر ایک کو الگ الگ کسی کمرہ میں لے جاکر سوالات شروع کردیتے اور کبھی دوبارہ حجرے میں لے جاکر بند کردیتے۔ حجروں میں دو دو کمبل (ہر حجرہ کے اندر) موجود تھے۔ سردی تھی لیکن ہیٹنگ کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ ناشتہ اور کھانا بس ڈبل روٹی اور اس کے اندر پنیر اور ساتھ کوکا کولا یا سادہ پانی کی بوتل وغیرہ۔ بس خشک سا اور سادہ سا انتظام تھا لیکن اس کی قیمت بھی اُس رقم میں سے کاٹ لی جاتی جو ہم میں سے ہر ایک کی جیب میں تھی اور جس پر پولیس نے پہلے ہی قبضہ کیا ہوا تھا۔ ہماری جیبوں میں کوئی چیز نہیں تھی۔ چار دن ہمیں اسی حالت میں رکھا گیا۔ یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ پولیس آفیسر کے ہاتھ میں جماعت احمدیہ کے خلاف پروفیسر روحی کی لکھی ہوئی کتاب کی فوٹو کاپی موجود ہوتی اُس کو میز کے نیچے رکھ کر ہم پر اعتراض کرتے اور سوالات دریافت کرتے۔

جو سوال پوچھے گئے وہ بالعموم درج ذیل اُمور کے بارہ میں تھے۔

جماعت احمدیہ کے عقائد کیا ہیں؟، جماعت احمدیہ اور دیگر مسلمانوں کے عقائد میں کیا اختلاف ہے؟، ختم نبوت، وفات مسیح، حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کے امام مہدی ہونے کا ثبوت، جماعت احمدیہ اور انگریزوں کے تعلقات، جماعت کے خلیفہ کے انگلستان میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ، احمدی غیر احمدی کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟، جماعت کے ادارہ جات کا تعارف، ذیلی تنظیمیں، چندہ جات، ایم ٹی اے نیز جماعتی اخبارات و رسائل اور جامعہ احمدیہ وغیرہ وغیرہ

خاکسار نے کوشش کی کہ جس حد تک مجھ سے ہوسکے ان تمام اُمور کے بارہ میں موقف کو بہترین رنگ میں پیش کروں اور ادارہ جات نیز ذیلی تنظیموں ایم ٹی اے وغیرہ کا تفصیلی تعارف کرادوں۔ میں دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہا جس نے ہمیں یہ موقع دیا کہ ہم پولیس سنٹر کے اندر جاکر جماعت کی تبلیغ کرسکیں۔ عام حالات میں ایسا کرنا ہر گز ممکن نہیں تھا۔ بہر حال اس پوچھ گچھ کے نتیجہ میں یوں محسوس ہوتا تھا کہ ترکی پولیس والوں پر بھی جماعت کا اچھا اثر ہوا ہے۔ کیونکہ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا پولیس والے نرم پڑتے جارہے تھے اور ان کا سلوک ہمارے ساتھ بہتر ہوتا جارہا تھا۔ پولیس والوں کا طریق یہ تھا کہ ایک افسر سختی سے بات کرتا تو دوسرا افسر نرمی سے بات کرتا۔ ایک دن ایک پولیس آفیسر نے ہمارے بھائی عثمان شکر معلم کو تفتیش کے لئے بلایا۔ پولیس آفیسر کے ہاتھ میں ایک آلہ تھا۔ جس میں سے بجلی کا شعلہ نکلتا تھا۔ اُسے قیدیوں کو اذیت دینے کےلئے استعمال کیا جاتا تھا۔ آفیسر نے عثمان صاحب سے کہا کہ اس آلہ کے اندر انگلی رکھو۔ عثمان صاحب شدید خوفزدہ ہوئے تو پولیس نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ دیکھو یہ کیسے ڈر رہا ہے۔ بہرحال عثمان صاحب کو مجبور نہیں کیا گیا اور کچھ دیر دل لگی کرنے کے بعد چھوڑ دیا گیا۔ ساتھ والے کمرے میں قیدیوں کو مار پڑنے کی آوازیں لگاتار آرہی تھیں۔ جو غیر از جماعت احباب ہمارے ساتھ ہی پکڑے گئے تھے اُن کو تو پولیس نے ایک رات رکھنے کے بعد اگلے دن صبح کے وقت چھوڑ دیا تھا۔ لیکن تمام احمدی احباب کو چار دن کے بعد صبح کے وقت عدالت لے گئے۔ یہ اسپیشل نیشنل سیکیورٹی کی عدالت تھی جس کے تین ججوں میں سے ایک جج کچھ مدت قبل فوجی افسر ہوا کرتا تھا۔ بعد ازاں یورپین یونین کے دباؤ کے تحت سول افسران کا تقرر کیا جانے لگا۔ ہم صبح سے لے کر شام چھ بجے تک عدالت میں انتظار کرتے رہے۔ عدالت میں داخلہ سے قبل پولیس نے ہمیں بتادیا تھا کہ وہاں پر اخباری نمائندے اور ٹی وی کے نمائندے وغیرہ موجود ہونگے۔ لہٰذا اپنے چہرے چھپالیں۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ پولیس والے اندر سے اخباری نمائندوں سے ملے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض خبریں خود اخباری نمائندوں کو مہیاکرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے جیل جانے کے قریباً دس دن بعد ایک اخبار میں ہماری جماعت کے خلاف ایک خبر شائع کی گئی جس میں ذیلی تنظیموں کے عہد کا ذکر تھا۔ اور یہ بھی بتایاگیا تھا کہ احمدی اپنی خلیفہ کی خاطر اپنے بچوں کی قربانی کرنے کا بھی عہد کرتے ہیں۔

شام چھ بجے جب کہ عدالت کا وقت ختم ہو چکا تھا، ہمیں ایک جج کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہ جج اس وقت اسپیشل ڈیوٹی پر تھے۔ اُنہوں نے باری باری ہم میں سے ہر ایک کوعدالت میں طلب کیا اور سرسری گفتگو کے بعد ہم تین احمدیوں کی گرفتاری کا حکم دیا۔ خاکسار ڈاکٹر محمد جلال شمس مربی سلسلہ مقیم کولون جرمنی، مکرم عثمان شکرمعلم جماعت احمدیہ واقف زندگی مقیم استنبول ترکی اور مکرم قُو بلائی چِل صدر جماعت احمدیہ ترکی مقیم استنبول۔ جج صاحب نے اونچی آواز میں تمام احباب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کیا کوئی مقامی عالم موجود نہیں تھا کہ تم لوگوں نے یورپ سے ایک امام کو بلایا ہے۔ حالانکہ قانوناً یورپ سے کسی عالم یا امام کو طلب کرنا ہر گز جرم نہیں تھا۔ لیکن جج صاحب کے متعصّب ذہن کا کیا علاج ہوسکتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ترکی کی پولیس نے ترک جمہوریہ شمالی قبرص کی پولیس سے رابطہ کرکے ان کو وہاں پر موجود احمدیوں سے بھی پوچھ گچھ کرنے کےلئے کہا۔ترک قبرص پولیس نے کارروائی کرکے ایک پاکستانی احمدی مکرم خالد محمود کو (بغیر کسی جرم کے) ملک سے چلے جانے کا حکم دے دیا۔ یہ صاحب گجرات کے مرزا طاہر نامی گاؤں کے رہنے والے ہیں اور خود بیعت کرکے جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے تھے اور مخلص احمدی ہیں۔ یہ صاحب اسٹوڈنٹ ویزا پر آئے تھے اور ملک میں مقیم تھے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب ہم پولیس کسٹڈی (custo-dy) میں تھے تو ایک دن ایک وکیل صاحب آئے۔ یہ صاحب ٹرکش بار یعنی وکلاء کی تنظیم کی طرف سے آئے تھے تاکہ ہماری وکالت کریں۔ اُنہوں نے پولیس کے بڑے آفیسر کے ساتھ بیٹھ کر چائے نوش کی اور ہمیں پوچھا کہ کیوں جی آپ کا کیا معاملہ ہے اور بغیر ہمارے بات تفصیل اور توجہ سے سنے واپس چلے گئے۔ اُس وقت مجھے درحقیقت معلوم ہوا کہ یہ وکلاء اپنی فیس تو بار ایسوسی ایشن سے لیتے ہیں لیکن قیدیوں کے کسی کام نہیں آتے۔ ایک دن پولیس آفیسر نے مجھے کہا کہ شمس تم شکر کرو کہ اب یورپین یونین کے دباؤ کی وجہ سے قانون تبدیل ہو گیا ہے۔ اور ہم چار دن سے زائد ملزم کو یہاں نہیں رکھ سکتے اگر تم کچھ عرصہ پہلے گرفتار ہوئے ہوتے تو کسی کو دو سال تک پتہ بھی نہ چلتا کہ تم کہاں ہو اور زندہ بھی ہو کہ نہیں۔

گرفتاری تو تین احمدیوں کی ہوئی لیکن کیس زیادہ افراد پر بنایا گیا جن کے اسماء یہ ہیں۔ خاکسار محمد جلال شمس، مسٹر قوبلائی چِل، مسٹر عثمان شکرؔ، مسٹر گوکسل یلدّوم، مسٹر سرحد باشؔ، مسٹر محمت سعید آرکون، مسٹر نادر اکن، مسٹر عُزیر جِوری، مسٹر انگین مینگو تیمور، مسٹر مصطفٰی جان پولات، مسٹر قوابے نا اگیا پونگ عثمان۔

مندرجہ بالا احباب کے علاوہ دو خواتین کے خلاف بھی مقدمہ کیا گیا جن کے اسماء درج ذیل ہیں۔ محترمہ یاسمین چل صدر لجنہ اماء اللہ ترکی (جو محترم قوبلائی چل صدر جماعت ترکی کی اہلیہ ہیں) اور محترمہ مقدس باش اہلیہ مکرم سرحدباش۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ترکی پولیس نے ترکی کے شہر اماسیا میں ہمارے احمدی بھائی مکرم محمت جِورِی کی دکان پر جاکر اُن سے بھی پوچھ گچھ کی۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض ایسے احمدی احباب جو ترکی میں اچھی حیثیت کے تھے اُن کو گرفتار نہیں کیا گیا۔ مثلاً محمت اوندر صاحب جو کاروں کی ایک فرم میں ڈائریکٹر تھے، اسی طرح ایک اور صاحب جو استنبول بلدیہ کے ایک شعبہ کے انچارج تھے ان دونوں کو گرفتار نہیں کیا گیا۔ بعد میں ہمیں پتہ لگا کہ محمت اوندر صاحب اس بات پر غمگین تھے کہ انہیں کیوں گرفتار نہیں کیا گیا۔ کہیں اُن کے ایمان میں کوئی کمزوری تو نہیں کہ اُن کو چھوڑ دیا گیا اور باقی احمدی بھائیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس بات سے ترک احمدی احباب و خواتین کے ایمان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

گرفتاری کے بعد ہمیں استنبول میں واقع ”بائرام پاشا جیل“ میں لے جایا گیا۔ جیل کے مین گیٹ پر ہمارے تمام کاغذات کی جانچ پڑتال کی گئی اور فنگر پرنٹ لئے گئے۔ فنگر پرنٹ لینے کا طریق یہ تھا کہ ایک بڑے رجسٹر پر پہلے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے پرنٹ الگ الگ لئے گئے۔ پھر پورے دائیں ہاتھ کا پرنٹ لیا گیا۔ بعد ازاں بائیں ہاتھ کی ہر اُنگلی کا پرنٹ الگ الگ لیا گیا اور آخر میں پورے بائیں ہاتھ کا پرنٹ بنایا گیا۔ اس کے بعد ہمیں الگ الگ کرکے اندر ایک کمرے میں لے گئے اور تمام کپڑے اُترواکر تلاشی لی گئی۔ بعد ازیں اندر داخل ہوئے۔ وہاں داخل ہونے سے قبل ایک دروازہ کے اندر سے گزارا گیا جس میں الیکٹرونک آلات لگے ہوئے تھے۔ اور بوٹ وغیرہ اترواکر تلاشی لی گئی اور اندر لے جا کر ہمارے ناموں کا اندراج کیا گیا۔ جیل کے مین گیٹ سے اندر والے یونٹ تک پہنچنے میں کئی گھنٹے صرف ہوئے۔

بائرام پاشا جیل

خاکسار کو بائرام پاشا جیل کے غیر ملکیوں والے یونٹ میں داخل کیا گیا۔ جس میں بالعموم ایران، آذر بائیجان، چیچنیا، ہنگری، دیگر مشرقی یورپ ممالک، عراق، شام، دیگر عرب قیدی، افریقن قیدی بھی وہاں تھے۔ ایک جرمن، ایک ڈچ اور جنوبی امریکہ کے کسی ملک کا ایک نوجوان قیدی بھی اسی حصہ میں موجود تھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ زندگی میں پہلی دفعہ میری نمازیں اسی دن قضا ہوئیں جس دن ہمیں جیل میں بند کیا گیا۔ جب مجھے جیل کے اس حصہ میں داخل کیا جانا تھا تو رات کے قریباً ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ ایک بڑا سا لوہے کا دروازہ تھا۔ جب اُس کو کھولا گیا تو دس بارہ قیدی وہاں پر نئے آنے والے قیدی کے انتظار میں کھڑے تھے۔ جونہی میں اندر داخل ہوا تو سب نے مجھ سے سوال کیا کہ تم کونسے ملک کے رہنے والے ہو؟ بعد ازاں مجھے ایک کمرہ میں لے جایا گیا۔ جس میں آٹھ دس قیدی موجود تھے۔ کمرہ سگریٹ کے دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ اُن قیدیوں نے میرا استقبال کیا بعد ازاں مجھے کھانا کھلایا گیا۔ یہ وہ کھانا تھا جو قیدیوں کو جیل انتظامیہ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ قیدیوں نے اتفاق سے کچھ فالتو کھانا لیکر رکھ چھوڑا تھا وہ کھانا خاکسار کو پیش کردیا گیا۔ اُس کے بعد شدید تھکاوٹ کی وجہ سے مجھے سونے کی اجازت دے دی گئی اور میں ایک دوسرے کمرہ میں لوہے کے ایک بیڈ پر سو گیا۔ یہ ایک بنک بیڈ تھا۔ میں نیچے والے بیڈ پر سو گیا۔ سردی اتنی زیادہ تھی کہ میں اوورکوٹ بھی اتار نہیں سکا بلکہ سوٹ اور اوور کوٹ سمیت ہی سو گیا۔ قریباً ایک گھنٹہ کے بعد دوسرے قیدی نے مجھے جگایا اور کہا کہ تم اُوپر والے بیڈ پر سوؤ گے۔ چنانچہ میں نے بیڈ تبدیل کرلیا۔

اگلے دن میری ملاقات ایک شامی عرب قیدی سے ہوئی۔ خاکسار نے اُن کے ساتھ عربی زبان میں گفتگو کی تو وہ بے حد متاثر ہوئے اور مجھے زور دے کر اپنے کمرے میں لے گئے اور کہا کہ آپ نے یہاں میرے ساتھ رہنا ہے۔ میں آپ کی ہر طرح مدد کروں گا اور ضروری اشیاء بھی مہیا کروں گا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جیل انتظامیہ کی طرف سے ہر قیدی کو کچھ کمبل دیئے جاتے ہیں لیکن پرانے قیدی زیادہ سے زیادہ کمبلوں کو اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ اور ان کو اپنے نیچے بچھا لیتے ہیں۔ جب کوئی نیا قیدی آتا ہے تو پُرانے قیدی اُس سے کچھ رقم وصول کرکے اس کو کمبل دیتے ہیں۔ لیکن مجھے اُس شامی عرب قیدی نے بغیر رقم وصول کئے کمبل دے دیئے۔ خیر میں نے دوسری رات بھی گزاری۔ اگلے دن اس شامی عرب قیدی نے جب میرے ساتھ گفتگو کی تو اُس کا لہجہ بدلا ہوا تھا ۔ اُنہوں نے بڑے غصے سے مجھے کہا کہ تمہارے قید ہونے کی وجہ کیا ہے؟ میں نے اُن کو اپنی گرفتاری کی تفصیلات بتائیں تو وہ کہنے لگے کہ مجھے تو کچھ اور معلومات ملی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ تم نے کچھ اور لوگوں کے ساتھ مل کر قرآن کریم میں تحریف کی ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن کریم تو خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اب جو چیز خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہو اس کو کون تبدیل کر سکتا ہے۔ میری یہ بات سن کر ان کی تسّلی ہوگئی۔ بعد میں مجھے پتہ لگا کہ ٹی وی پر یہ خبر نشر ہوئی تھی کہ ایک طائفہ پکڑا گیا ہے جنھوں نے نعوذ باللہ قرآن کریم میں تحریف ہے۔ جب بھی کسی بڑے جرم کی کوئی خبر ٹی وی پر نشر ہوتی تو اس کے دو تین دن بعد وہی مجرم اُسی جیل میں پہنچ جاتے اور قیدیوں کو پتہ لگ جاتا کہ یہ نو آمدہ قیدی وہی ہے جس نے فلاں جرم کیا ہے جو کہ ٹی وی پر نشر کیا گیا تھا۔

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ترکی حکومت بڑے عرصہ سے یورپین یونین کا حصہ بننے کی کوشش کررہی ہے۔لیکن یورپین یونین کا مطالبہ ہے کہ پہلے ترکی اپنی اصلاح کرے اور یورپین یونین کے قوانین کے معیار کو حاصل کرے تو پھر ان کو یورپین یونین کا حصہ بنایا جائے گا۔ چنانچہ اس دباؤ کی وجہ سے بہت سی اصلاحات کی گئی ہیں اور معیار کو بہتر کیا گیا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ قیدیوں کو ٹی وی کی سہولت بھی مہیا کی گئی ہے۔

صبح کے وقت قیدیوں کو اپنے حجروں سے باہر نکالا جاتا اور ان کی حاضری لی جاتی۔ پھر شام تک ان کو باہر رہنے کی اجازت تھی۔ وہ جگہ قریباً پندرہ فٹ چوڑی اور 80فٹ کے قریب لمبی تھی اور چاروں طرف قریباً بیس پچیس فٹ اُونچی دیواریں تھیں اور اُوپر سے لوہے کا جنگلہ لگا ہوا تھا۔ دوسرے دن میں وہاں پھر رہا تھا کہ ایک قیدی نے مجھے بازو سے پکڑا اور مجھے اندر چلنے کو کہا۔ جب میں اُس کے ساتھ کمرہ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آٹھ دس قیدی وہاں حلقہ بنا کر بیٹھے ہیں۔ مجھے درمیان میں بٹھایا گیا اور یہ ظاہر کیا گیا کہ مجھے اُنہوں نے چائے پینے کے لئے بلایا ہے۔ وہ سب گہری نظروں سے گھور گھور کر مجھے دیکھ رہے تھے۔ جب ہم کمرہ سے باہر نکلے تو جو صاحب مجھے اُس کمرہ میں لے کر گئے تھے خاکسار اُن کو ایک طرف لے گیا اور اُن سے پوچھا کہ مجھے سچ سچ بتائیں کہ آپ لوگوں نے مجھے کیوں بلایا تھا؟وہ کہنے لگے کہ بس یوں ہی صرف چائے پینے کے لئے بلایا تھا میں نے کہا کہ نہیں۔ مجھے اصلی بات بتائیں۔ کیا آپ لوگوں نے مجھے اس لئے نہیں بلایا کہ آپ لوگوں نے یہ خبر سنی ہے کہ ایک گروہ پکڑا گیا ہے جنہوں نے قرآن کریم میں تحریف کی ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ میں بھی اُسی گروہ میں سے ہوں؟ پھر میں نے اُنہیں قرآن کریم کی آیت کریمہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔(الحجر:10)پڑھ کر وضاحت کی کہ جو چیز خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہو اس میں تحریف کیسے کی جاسکتی ہے؟ میری باتیں سن کر وہ صاحب کہنے لگے کہ اب مجھے سمجھ آگئی ہے اب آپ بالکل مطمئن رہیں۔ کوئی شخص آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ مجھے کسی قیدی ساتھی نے بتایا تھا کہ جیل میں محتاط رہوں کیونکہ جیل میں کسی دوسرے قیدی کو قتل کرنا کچھ مشکل نہیں۔ اُنہوں نے بتایا کہ اسی جیل میں دو روسی قیدی تھے جن کو عمر قید کی سزا دی گئی تھی۔ ترکی حکومت نے فیصلہ کیا کہ ان دونوں کو روس بھجوادیا جائے تاکہ وہ اپنے وطن جاکر سزا کاٹ لیں۔ یہ اُن کے لئے بہتر ہوگا۔ لیکن وہ دونوں واپس جانا نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ وہاں اُنہوں نے کوئی ایسا جرم کیا ہوا تھا کہ اگر اُن کو واپس بھیج دیا گیا تو وہاں ان کو پھانسی کی سزا دی جانی یقینی تھی۔ چنانچہ اپنی deportation رکوانے کے لئے اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ کوئی نیا جرم کردیا جائے جس کی وجہ سے نئے جرم کی وجہ سے ان کو روس نہیں بھیجا جائے گا۔ چنانچہ اُنہوں نے رات کو ایک کمزور سے قیدی کے منہ پر تکیہ رکھ کر اُسے قتل کردیا اور اس طرح اُن کی deportation رک گئی۔ چونکہ ہم پر بھی یہ الزام تھا کہ نعوذ باللہ ہم نے قرآن کریم میں تحریف کی ہے۔ اس وجہ سے میری حالت سخت خطرہ میں تھی۔ کیونکہ جرائم پیشہ مسلمان دین کے معاملہ میں بالعموم بہت زیادہ متشدّد ہوتے ہیں۔

جیل کے قوانین کے مطابق ہر قیدی کا ایک شناختی کارڈ بنایا جاتا ہے جس میں اس کی تصویر ہوتی ہے۔ چنانچہ میرا کارڈ بھی بنایا گیا اور اس طرح میں بھی باقاعدہ قیدی کی فہرست میں شامل ہوگیا۔ بائرام پاشا جیل میں ایک جرمن اور دوسرا ہالینڈ کا یعنی دو یورپین قیدی بھی تھے۔ میری بھی اُن کے ساتھ شناسائی ہوگئی۔ میں اکثر ان کے کمرہ میں چلا جاتا تھا۔ اس جیل میں مجھے مختلف باتوں کا تجربہ ہوا۔ جن کا ذکر قارئین کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگا۔ مثلاً جرمنی قیدی کے پاس ایک چھوٹا سا ریڈیو تھا جس کے ذریعہ وہ خبریں اور دوسرے پروگرام سنتا رہتا تھا۔ اِسی طرح ہنگری کے ایک قیدی کے پاس چھوٹے چھوٹے موتی، ڈیڑھ دو کلو کے قریب تھے۔ وہ اُن کو پرو کر مختلف چیزیں بناتا رہتا تھا اور اس طریق پر آمد کی ایک صورت بنائی ہوئی تھی۔قیدیوں کو دن کے وقت باہر نکلنے کی اجازت تھی۔ قیدی مختلف ٹولیوں میں بیٹھ کر وقت گزارتے۔ کچھ قیدی شطرنج کھیلتے رہتے۔ مجھے ایک شامی عرب قیدی نے قرآن کریم تحفہ کو طور پر دے دیا جو اُس کو کہیں سے ملا تھا لیکن وہ خود تلاوت نہیں کرتا تھا۔ میں اس تحفہ سے بے حد خوش ہوا اور سارا دن قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف رہتا۔ ایک نائیجرین قیدی بالعموم بائبل پڑھتا رہتا تھا۔ میں نے اُسے کہا کہ یہ تو اختلافات سے بھری پڑی ہے۔ اس کے مقابلہ میں قرآن کریم میں ایک بھی اختلاف نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا کہ بائبل کے مطالعہ سے مجھے سکون ملتا ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن کریم کے مطالعہ سے تمہیں اور بھی زیادہ سکون نصیب ہوگا۔

کاندھرا جیل

قریباً تین ہفتہ ہمیں بائرام پاشا جیل میں رکھنے کے بعد اچانک حکم دیا گیا کہ استنبول سے باہر ایک اور جیل میں جانے کے لئے فوراً تیار ہوجائیں۔ خاکسار جب باہر دفتر میں پہنچا تو دیکھا کہ میرے دونوں ترک احمدی بھائی بھی وہاں موجود ہیں۔ وہاں پر ہر چیز کی تلاشی از سر نو لی گئی اور پھر ہمیں ہتھکڑیاں لگائی گئیں۔ پھر ہمیں ایک بکتر بند گاڑی میں بٹھایا گیا جس میں ہوا کا تو کوئی قطعاً انتظام نہیں تھا۔ البتہ چھوٹے چھوٹے شیشے لگے ہوئے تھے جس میں سے باہر دیکھا جا سکتا تھا۔ گرمی شدید تھی ۔جس نئے جیل خانہ میں جانا تھا وہ کاندھرا نامی گاؤں میں واقع تھا اور استنبول سے 135کلو میٹر کے فاصلہ پر تھا ۔ ہمارا خیال تھا کہ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔ لیکن وہاں پہنچنے میں قریباً گیارہ گھنٹے صرف ہوئے۔ اس طرح مکرم عثمان شکر کا ایک خواب بھی پورا ہو گیا۔ اُنہوں نے جیل میں یہ خواب دیکھا تھا ہم ایک بحری جہاز پر سوار ہیں اور وہ جہاز کبھی یہاں رُکتا ہے اور کبھی وہاں رُکتا ہے۔ بالآخر کافی دیر کے بعد وہ جہاز ایک جگہ پہنچ کر رک گیا۔ اس جیل میں بھی پہنچتے ہی وہی تمام چیزیں دُہرائیں گئیں جو کہ بائرام پاشا جیل میں کی گئیں تھیں ۔ جن میں تلاشی لینا، سوالات پوچھنا ، سر اور داڑھی کے بال مونڈھ دینا شامل ہیں۔

جو غیر از جماعت قیدی کسی مسلمان تنظیم سے تعلق رکھنے والے ہمارے ساتھ رکھے گئے تھے خاکسار نے اُن کو ہلکے پھلکے انداز میں تبلیغ کی جس کا کچھ اثر انہوں نے ضرور لیا۔ لیکن اُن کا طرز عمل ہم سے بالکل مختلف تھا جس کے نتیجہ میں اُن کا اور مکرم قوبلائی کے درمیان اختلافات بڑھ گئے اور بات لڑائی جھگڑے تک پہنچ گئی۔ ایک دن تو لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اسسٹنٹ ڈائر یکٹر جیل تک بات پہنچی اُنہوں نے ہمارے حجرے میں آکر ہم دونوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ آپ دونوں نئے ہیں۔ یہ تیسرا آدمی پُرانا ہے اس کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ دونوں سیدھے ہوجائیں ورنہ ہم تمہیں ایک نہایت ہی تنگ حجرے میں بند کردیں گےاور ساتھ ہی ساتھ تمہیں سخت ماریں گے بھی۔ اِس پر وہ تیسرا قیدی بولا کہ جناب آپ فکر نہ کریں میں اِن کو اچھی طرح سمجھا دوں گا۔ گویا یہ تاثر دیا کہ ہم دونوں نے آپس میں جھگڑا کیا ہے اور اُس کا جھگڑے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ۔ اس پر میں بول پڑا اور کہا کہ جناب میرا تو اس جھگڑے سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ میں تو قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا جب یہ شور ہوا۔ قریباً نصف گھنٹے بعد دوبارہ ہمارے حجرے کے دروازے پر آکر اُس تیسرے قیدی کو کہا گیا کہ تیار ہوجاؤ تمہاری تبدیلی دوسرے حجرے میں کردی گئی ہے۔ یہ صاحب کسی اسلامی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔ جب اس قیدی کو لے کر چلے گئے تو اب ہماری خواہش اور دُعا تھی کہ خُدا کرے ہمارے بھائی عثمان شکر صاحب کو یہاں بھیج دیا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر دروازہ کھلنے کی آوازیں آئیں اور ہم نے دیکھا کہ ہمارے بھائی عثمان شکر صاحب ہمارے حجرہ میں آرہے تھے۔ ہم نے الحمد للہ پڑھا اور خوشی کا اظہار کیا اُن کے آنے کے بعد ہماری مصروفیات میں نمایاں تبدیلی آگئی۔ اُن کے آنے کے بعد ہم نے ایک پروگرام تیار کیا۔ خدا تعالیٰ کی توفیق سے ہم سب پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتے تھے اور جمعہ کی نماز بھی ادا کرتے۔ نیز خاکسار روزانہ قرآن کریم کے مختلف حصوں کی تفسیر بیان کرتا۔ مکرم قوبلائی یا مکرم عثمان باقاعدہ نوٹس تیار کرتے۔علاوہ ازیں خاکسار نے دونوں بھائیوں کو اُردو پڑھانی شروع کردی اور بنیادی اسباق پیش کئے جو ان دونوں

بھائیوں نے یاد بھی کئے اور اُن کے نوٹس بھی تیار کر لئے۔ دیگر قیدیوں کی طرح میرے دونوں ترک بھائیوں کے اہل و عیال وقتاً فوقتاً ملاقات کے لئے آتے تھے۔ لیکن میری فیملی چونکہ جرمنی میں تھی لہٰذا خاکسار کے ساتھ ملاقات کے لئے میرے خاندان کا کوئی فرد نہیں آیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ کاندھرا جیل یورپین یونین کے مطالبہ پر بنائی گئی ہے اور نہایت ہی ماڈرن جیل ہے لیکن اونچی دکان اور پھیکا پکوان والا حساب یہاں موجود ہے۔ اس جیل کو F-Type جیل کہا جاتا ہے۔ اس میں تین تین قیدیوں کے حجرے ہیں۔ دیگر قیدیوں کو اس پر شدید اعتراض تھا جبکہ ہم تینوں کے لئے یہ جگہ بہت ہی آئیڈیل تھی۔ ہم تینوں اس حجرہ میں باجماعت نمازیں پڑھتے اور جمعہ کی ادائیگی بھی کرتے۔ ہم نے فقہ میں پڑھا تھا کہ بعض فقہاء کے نزدیک جیل میں قیدیوں کے لئے نماز جمعہ کی ادائیگی ضروری نہیں۔ اس کی اصل حقیقت جیل جاکر معلوم ہوئی۔ دراصل کسی بھی وقت جیل انتظامیہ کی طرف سے دروازہ کھٹکھٹا کر قیدیوں کو دروازہ پر طلب کر لیا جاتا ہے۔ ہم نے ایک بھائی کی ڈیوٹی لگا دی ہوئی تھی کہ اگر نماز کے دوران ایسی صورت پیش آجائے تو وہ نماز چھوڑ کر دروازہ پر پہنچ جایا کریں اور باقی دو نماز میں مصروف رہیں۔

جیسا کہ میں عرض کرچکا ہوں دیگر قیدی اس جیل سے بے حد نالاں تھے اور دن میں دو بار اپنا احتجاج ریکارڈ کراتے تھے۔ وہ اِس طرح کہ صبح اور شام سات بجے کے قریب تمام جیل کے لوہے کے دروازے زور سے کھٹکھٹائے جاتے اور نعرے بھی بلند کئے جاتے۔ رائٹ ونگ کے قیدی اپنے نعرے بلند کرتے اور لیفٹ ونگ کے قیدی اپنے نعرے بلند کرتے۔ چونکہ ہم اسطرح کے نعروں میں ملوث نہیں ہوتے تھے چنانچہ اس بات کا جیل انتظامیہ پر اچھا اثر پڑا اور حجروں کی چیکنگ کے دوران خصوصاً ہمارے حجرے کو کچھ زیادہ توجہ نہ دی جاتی اور ہلکی پھلکی سی چیکنگ کرکے انتظامیہ واپس چلی جاتی ۔ ایک گارڈین نے ایک دن مجھے کہا کہ آپ تو بڑے صاحب علم لگتے ہیں۔ کاش میری آپ سے ملاقات جیل سے باہر کسی مختلف ماحول میں ہوتی تو میں آپ سے علمی طور پر استفادہ کرتا۔ کاندھرا جیل میں شروع میں ہمارے ساتھ جو تیسرا قیدی ہمارے حجرہ میں داخل کیا گیا وہ سارا دن ٹیلیفون کرتا رہتا۔ اُس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ واقعی اُس کے پاس ٹیلیفون تھا۔بلکہ اس کا طریق یہ تھا کہ ہر حجرہ سے باہر تھوڑی سی کھلی جگہ ہوتی تھی جس کے گرد بہت اونچی اونچی دیواریں ہوتیں اور اوپر جنگلہ ہوتا لیکن چھت نہ ہوتی۔ اس کھلی جگہ کے درمیان میں بارش کے پانی کے نِکاس کےلئے ایک سوراخ ہوتا اس کے اوپر بھی لوہے کی تاریں لگی ہوتی تھیں۔ جب ہمیں حجرے سے باہر نکالا جاتا تو وہ قیدی اُس سوراخ کے پاس بیٹھ جاتا اور اس پر پاؤں مارتا۔ اسی طرح کے سوراخ ہر حجرہ کے باہر موجود تھے۔ وہاں بھی اسی طرح کے قیدی آکر بیٹھ جاتے اور سارا سارا دن آپس میں باتیں کرتے رہتے۔ ان کی باتوں کی آواز ایک دوسرے کو آسانی سے سنائی دیتیں۔ لیکن یہ پتہ نہ لگتا کہ کس جانب سے آواز آرہی ہے۔ ایک دوسرے حجرے کے قیدی نے ہمیں بتایا کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتاؤ۔ ہمارے ساتھی نے کہا کہ ہم نے کئی دن سے چائے نہیں پی۔ اُس قیدی نے کہا کہ میں چائے کا انتظام کرتا ہوں۔ میں سمجھ رہا تھا کہ یہ شاید جیل انتظامیہ کو کہہ کر چائے کا انتظام کروائے گا۔ قریباً آدھا پونا گھنٹہ بعد اُس نے آواز دی کہ چائے آرہی ہے۔ ہم آسمان کی طرف نظریں اٹھائے دائیں جانب دیکھ رہے تھے کہ اچانک بائیں جانب سے ایک بوتل آکر ہمارے حجرے کے سامنے والی جگہ پر گری۔ ہم نے دوڑ کر بوتل اٹھائی کچھ تو زمین پر گر گئی لیکن جو بچ گئی وہ ہم نے مزے سے پی۔

اسی طرح سے دیگر بعض اشیاء بھی قیدی ایک دوسرے کو بھیجتے تھے۔ وہ اتنے ماہر ہوگئے تھے کہ چالیس پچاس فٹ کے فاصلہ سے اور قریباً بیس پچیس فٹ کی اونچائی سے کوئی چیز پھینکتے اور وہ دوسرے حجرے کے سامنے والی خالی جگہ پر گرتی۔ جب قیدیوں کو واپس حجروں میں بند کردیا جاتا تو قیدی حجرے کی سلاخوں کے پاس بیٹھ جاتے اور اُونچی آواز میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ۔ وہ ایک عجیب نظارہ تھا۔ تنہائی سے بچنے کا اِس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ بعض حجروں میں صرف ایک قیدی ہوتا تو اس کی زندگی اور بھی اجیرن ہو جاتی۔

کاندھرا جیل میں قیدیوں کے لئے مختلف ورکشاپس تھیں۔ وہاں پر کام کرکے خوش ہوتے اور وہاں ان کا وقت بھی اچھے طریق سے کٹ جاتاوہ صبح سے شام تک ان ورکشاپس میں کام بھی کرتے اور آپس میں گفتگو کرکے خوش بھی ہوجاتے۔ ورکشاپس مختلف اقسام کی تھیں۔ مثلاً چینی کے برتن بنانے، برتنوں پر نقش و نگار بنا کر اُنہیں بھٹی میں پکانے، مختلف چھوٹے چھوٹے سامان آرائش بنانے اور قالین تیار کرنے کی ورکشاپ وغیرہ۔ قیدی جو چیزیں تیار کرتے وہ مارکیٹ میں فروخت کرنے کے لئے بھجوادی جاتیں لیکن قیدیوں کو اُس میں سے کوئی حصہ نہ ملتا۔ حتّٰی کہ اگر کسی قیدی نے کوئی چیز لینی ہوتی تو اُسے اس کی قیمت ادا کرنا پڑتی تھی خواہ وہ خود اسکی اپنی تیار کردہ ہی کیوں نہ ہو۔ میں ایک دن تو ورکشاپ میں گیا لیکن اگلے دن جانے سے انکار کردیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اُن عادی مجرموں کا گفتگو کا انداز غیر مہذّبانہ تھا۔ بات بات میں گالی نکالنے کے عادی تھی گو کہ اُن کا تکیہ کلام ہو۔

جب ہم جیل میں تھے تو ان دنوں فٹ بال ورلڈ کپ منعقد ہو رہا تھا۔ میرے ساتھ والے ترک احمدی دوستوں کی خواہش تھی کہ ایک چھوٹا ٹی وی خرید لیا جائے اور اس پر میچ دیکھے جایا کریں اور اس کی قیمت آپس میں بانٹ لی جائے۔ مجھے تو کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی لیکن میں نے بھی احباب کی خوشی میں شمولیت اختیار کرتے ہوئے ہاں کردی۔ اس پر جیل انتظامیہ کے نام ایک درخواست لکھی گئی۔ عام حالات میں قریباً پندرہ دن کے بعد ٹی وی ملنا چاہئے تھا لیکن ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ نصف گھنٹہ بعد ٹی وی لاکر ہمارے حوالے کردیا گیا۔ اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ جیل انتظامیہ ہم سے کس قدر خوش تھی۔

جب ہم کاندھرا جیل لائے گئے تو گیٹ پر لمبی چوڑی کارروائی کے بعد ہمیں حجرہ کے اندر لےجایا گیا اور ہمیں کہا گیا کہ گردنیں نیچے رکھیں۔ میں نے راستہ میں دیکھا کہ تمام کمرے نئے اور سیمنٹ سے بنے ہوئے ہیں اور ایک جگہ حجام کی ماڈرن دکان بھی نظر آئی جس کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ ایسے لگتا تھا جیسا کہ ہم شہر کے اندر پھر رہے ہیں پر صرف کارروائی ڈالنے کےلئے جو گارڈین کسی قیدی کو لے کر آتا ہے وہی اُس کے بال مشین سے صاف کر دیتا ہے اور اِسی کا نام حجامت ہے۔

شروع میں ہمیں بتایا گیا کہ ہفتہ میں ایک دن ایک گھنٹہ کےلئے گرم پانی آیا کرے گا لیکن جس دن پانی آنا تھا ہم نے ٹوٹی کھول دی لیکن اُس میں سے گرم پانی تو نہیں آیا البتہ دور سے شاں شاں کی آوازیں آتی رہیں اور بس ہمارا طریق یہ تھا کہ دن کے وقت ٹھنڈے پانی کی بالٹی بھر کر باہر والی کھلی جگہ پر دھوپ میں رکھ دیتے اور عصر کے قریب اُسی پانی سے نہالیتے۔ ایک دن میں ہم میں سے صرف ایک کی نہانے کی باری ہوتی ہم اِسی طرح ہی گزارا کرتے تھے۔ جیل کے حجرے اس طرح کے تھے کہ ایک حجرے میں تین قیدیوں کے سونے کا انتظام تھا۔ لیکن رات کو آسمان کے ستارے کم ہی نظر آتے تھے۔ چھوٹی سی کھڑکی میں سے صرف دو ستارے ہی نظر آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ بڑی کوشش کے بعد ایک چھوٹا سا تیسرا ستارہ بھی نظر آیا۔ بس یہی ہمارا بیرونی دنیا سے رابطہ تھا۔

برادرم قوبلائی صاحب روزانہ ورکشاپ پر جایا کرتے تھے جبکہ خاکسار اور مکرم عثمان شکر ہم دونوں حجرے میں ہی رہتے تھے۔ ایک روز شام کو قوبلائی صاحب جب واپس آئے تو بہت غمگین تھے اور چہرہ اُترا ہوا تھا۔ ہمارے پوچھنے پر اُنہوں نے بتایا کہ وہ قیدی جس نے شروع میں ہماری مدد کی تھی اور ہمیں ایک ہفتہ تک چائے بھیجتا رہا تھا اُس نے خود کشی کرلی ہے۔ دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ حکومت نے اعلان کیا ہوا تھا کہ عمر قید والے سیاسی قیدی اگر ہمیں یقین دلا دیں کہ آئندہ وہ اپنے گروہ سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے تو ان کی سزا آدھی کردی جائے گی۔ ایسے قیدی بالعموم نوجوان ہی ہوتے تھے۔ اور جیل سے باہر ان کو جیل کی مشکلات کا اندازہ نہیں ہوتا تھا اور وہ بآسانی اپنے گروہ کے ساتھ مل کر کارروائیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ لیکن عدالت کی طرف سے عمر قید کی سزا کا اعلان ہونے اور جیل جانے کے بعد ان کی مشکلات کا دور شروع ہوتا۔ اِس قیدی نے بھی حکومت کے اعلان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لکھ کر دے دیا کہ میں آزاد ہونے کے بعد اپنے گروہ سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔جب اُس کی پارٹی کو اس بات کا علم ہوا تو اُنہوں نے اس کے ساتھ تعلق رکھنا اور مدد کرنا چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہواکہ ہر طرف سے مایوس ہو کر اور تنہائی سے تنگ آکر اس نے خود کشی کرلی۔ وہ نوجوان جو بعض نام نہاد لیڈروں کے بہکاوے میں آکر غیر قانونی حرکتوں میں ملوث ہوجاتے ہیں اُن کو اِس سے سبق لینا چاہئے۔

میں نے کاندھرا جیل میں میں ایک خواب دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ ایک کار میں سوار ہو کر تشریف لائے ہیں۔ وہ جگہ کوئی بڑا شہر نہیں ہے بلکہ ایک چھوٹا سا قصبہ لگتا ہے۔جب حضور ؒ کی کار قصبہ کے چوک میں پہنچتی ہے تو وہاں کھڑی ہوجاتی ہے۔ میں بھی وہاں ہوں اور ایسے لگتا ہے کہ جیسے چاروں طرف احمدی ہی ہیں۔ حضور مسکراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ لوگ یہاں ہی عید منائیں گے۔ جب میں نے اپنا یہ خواب اپنے ساتھیوں کو سنایا تو برادرم عثما ن شکر صاحب کہنے لگے کہ جمعہ کا دن بھی عید کا دن ہی ہوتا ہے۔ اور جمعہ کا دن یقیناً ہماری رہائی کا دن ہوگا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو عثمان صاحب اچھی طرح تیار ہوکر انتظار کرنے لگے کہ آج یقیناً ہماری رہائی کا دن ہے۔ دوپہر کے وقت اچانک ہمارا دروازہ کھولا گیا اور ہمیں تیاری کا حکم دیا گیا۔ میرے دونوں ساتھی سمجھے کہ واقعی ہماری رہائی کا حکم آگیا ہے۔ چنانچہ جلدی جلدی تیاری کرکے اپنی چیزیں ایک ٹرالی میں رکھیں جو ہمیں گارڈینز نے مہیّا کی تھی اور باہر نکلے۔ گارڈینز نے ہمیں ہمارے حجرہ سے نکالا اور کئی کوریڈورز میں سے ہوتے ہوئے ہمیں ایک اور دوسرے حجرے میں لے جا کر بند کردیا۔ اُس حجرے میں ہر طرف گندگی تھی۔ میرے دونوں ساتھیوں نے مجھے کہا کہ آپ آرام سے بیٹھیں۔ پھر دونوں نے مل کر صفائی کی اور فرش کو بھی دھو کر صاف کیا۔ مجھے اُنہوں نے کسی چیز کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جب ساری صفائی ہوگئی تو دونوں بیٹھ کر خوب ہنسے۔ قوبلائی صاحب نے کہا کہ میں نے آئندہ یہ دُعا کرنی ہے کہ ’’مولیٰ کریم جیل کے اندر ہی اندر نہیں بلکہ جیل سے باہر۔‘‘

دراصل عید کے لئے ترکی زبان میں بائرام کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور یہی لفظ یوم آزادی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے چونکہ بنیادی طور پر میرا تعلق پاکستان سے ہے اور پاکستان کا یوم آزادی چودہ اگست ہے اور یہی وہ دن ہے جب ہمیں بعد میں جیل سے آزادی نصیب ہوئی اور اس طرح وہ خواب بھی پورا ہوگیا۔

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں ہمارے حجرے کے ساتھ ہی تھوڑی سی کھلی جگہ تھی جہاں دن کے وقت ہمیں نکلنے کی اجازت تھی۔ میں وہاں تیزی سے چلتا رہتا اور ساتھ ہی درود شریف پڑھتا رہتا۔ اس کا جسمانی فائدہ یہ ہوا کہ جب میں کاندھرا جیل میں گیا تو شروع میں میری شوگر بہت زیادہ تھی۔ لیکن بعد میں نصف ہوگئی۔ بائرام پاشا قید میں ہمارا طریق یہ تھا کہ ہم روزانہ صبح تہجد کی نماز ادا کرتے علاوہ ازیں پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتے۔اس کے علاوہ روزانہ کم از کم ایک دفعہ اور بعض اوقات دو دفعہ قرآن کریم کی کلاس منعقد کرتے۔ اس کا طریق یہ تھا کہ تلاوت کے وقت میں

بعض آیات نوٹ کرلیتا۔ میرے دونوں ساتھیوں کے پاس ترکی ترجمہ والے قرآن کریم موجود تھے۔ جس کے مترجمین بھی مختلف تھے۔ میں اُن کو باری باری دریافت کرتا کہ فلاں آیت کا ترجمہ پڑھیں اور اگر تشریح نوٹ ہو تو وہ بھی پڑھ کر سنائیں۔ اس کے بعد میں احمدیہ نکتہ نظر پیش کرتا اور درمیانی فرق کی نشاندہی کرتا۔ ساتھ ہی ساتھ برادرم قوبلائی صاحب خاکسار کی تشریح کو لکھتے جاتے۔ ایک دن قوبلائی صاحب کہنے لگے کہ مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں جیل میں کیوں لے کر آیا ہے۔ اگر ہم آزاد ہوتے تو ہر گز آپ سے اِس طرح قرآن کریم کے مطالب نہیں سیکھ پاتے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا کہ کیا تم ہمیں ہمیشہ جیل میں ہی رکھنا چاہتے ہو؟ایک دن معلم عثمان شکر صاحب کہنے لگے کہ مجھے آج معلوم ہوا ہے کہ ترکی میں قرآن کریم کا علم رکھنے والے صرف ہم دونوں ہیں جنھوں نےآپ سے قرآن کریم سیکھا ہے۔ (ان نوٹس کی اشاعت کی منظوری حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مرحمت فرمادی ہے)۔

علاوہ ازیں خاکسار نے دونوں بھائیوں کو ابتدائی اُردو بھی سکھائی جو کہ روزمرہ استعمال ہونے والے الفاظ اور جملوں پر مشتمل تھی۔جیل کے قوانین کے مطابق ہر ماہ ایک کھلی ملاقات ہوتی اس کا طریق یہ تھا کہ قیدی اور اُس کے خاندان کے افراد کو ایک کمرہ میں اکٹھا کیا جاتا جہاں دوسری قیدی اور اُن کے خاندان والے بھی اسی طرح ٹولیوں کی شکل میں موجود ہوتے اور اُن پر جیل کے گارڈیز کا پہرہ ہوتا۔ قانون کے مطابق قیدی کا وکیل تو قیدی سے مل سکتا تھا لیکن کوئی بھی شخص جس کا خاندانی نام قیدی کے خاندانی نام سے مشابہت نہ ہو وہ ملاقات نہیں کر سکتا تھا۔ پاکستان میں تو خاندانی نام کا کوئی قانون موجود ہی نہیں ہے اور سگے بھائیوں کے فیملی نام بھی ایک دوسرے سے مشابہت نہیں ہوتے اس لئے میرے بھائیوں میں سے کوئی بھی مجھ سے نہیں مل سکتا تھا۔ البتہ میری اہلیہ اور بچے مجھ سے مل سکتے تھے۔لیکن غیر ملکیوں کے لئے اُس کا طریق شدید تکلیف دہ تھا۔ یعنی پہلے وزارت داخلہ سے اجازت لی جائے اور اس کے بعد اور مختلف مراحل سے گزرنا بھی لازم تھا۔ اس لئے میں نے اپنے وکیل کے ذریعہ پیغام بھجوادیا کہ میری فیملی ملاقات کےلئے کوئی نہ آئے۔ لیکن جس دن میرے ساتھیوں کی ملاقات ہوتی اُس دن مجھے خوشی تو ہوتی لیکن ساتھ ہی اپنے بچوں کی یاد آتی اور طبیعت اُداس ہوجاتی۔ بالخصوص امّی جان کو یاد کرکے میں بہت غمگین ہوجاتا لیکن دُعا کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ بائرام پاشا جیل میں تو ہمیں ٹیلیفون کرنے کی اجازت نہیں دی گئی البتہ کاندھرا جیل میں مجھے ایک بار ٹیلیفون کرنے کی اجازت دی گئی اُس کا طریق یہ تھا کہ جیل کی طرف سے قیمتاً ایک کارڈ دیا گیا اُس کارڈ کے ذریعہ بات کرنے کی اجازت تھی اور ایک گارڈین ساتھ کھڑا رہتا۔

عدالت میں

جرمن قونصل جنرل صاحب نے پہلی ملاقات میں ہی مجھ سے یہ ذکر کیا کہ چونکہ میں جرمن نیشنل ہوں لہٰذا میرے لئے ایک الگ وکیل کی ضرورت ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ میں اس بارہ میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ آپ ہمارے امیر صاحب سے بات کرلیں۔ چنانچہ اُنہوں نے فون پر مکرم عبد اللہ واگس ہاؤزر سے بات کرکے ایک وکیل مقرر کروادیالیکن بعد کے حالات سے ہمیں اندازہ ہوا کہ وہ وکیل کو یہ اچھا وکیل ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ اُن کی باتیں زیادہ تر جھوٹے وعدوں پر مبنی نکلیں۔اس کے علاوہ یہ صاحب نہایت ہی لالچی انسان ثابت ہوئے۔ البتہ اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ اُن کی اپیل کے نتیجہ میں تین ججز میں سے ایک جج نے ہمارے حق میں فیصلہ دیا اور اگلی پیشی پر جب ہم تینوں اور دیگر احمدی احباب و مستورات جب عدالت میں پیش ہوئے تو ہمیں جیل سے رہا کردیا گیا۔ عدالت کا فیصلہ تھا کہ ان کو جیل میں رکھنے کی ضرورت نہیں البتہ کیس جاری رہے گا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ عدالت نے نومبر کی پیشی پر ایک ہفتہ کی تاریخ ڈال دی اور ایک ہفتہ بعد بھی فیصلہ نہیں سنایا بلکہ مارچ 2003 ء کی تاریخ دے دی۔ دریں اثناء عدالت نے سرکاری وکیل کو حکم دیا کہ ترکی پولیس ہیڈ کوارٹر سے یہ رپورٹ کی جائے کہ یہ جماعت ٹیررزم(terrorism) میں تو ملوث نہیں لیکن دیگر کسی قسم کی کاروائیوں میں ملوث ہے؟ وغیرہ

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ عدالت نے حکومتی وکیل کے ذریعہ مختلف اداروں سے رپورٹ طلب کی تھی۔ جن میں جنرل ہیڈ کوارٹرز ترکی، محکمہ اوقاف و امور دینیہ ترکی، محکمہ اشاعت قرآن کریم ترکی، محکمہ مطبوعات ترکی وغیرہ شامل ہیں۔ نیز ہومیو پیتھی ادویہ کے بارہ میں میڈیکل کونسل ترکی سے رپورٹ طلب کی گئی تھی۔ کسی بھی محکمہ کی طرف سے قابل اعتراض ایک لفظ بھی عدالت میں پیش نہیں کیا گیا۔ جماعت کے شائع کردہ قرآن مجید میں بھی کوئی غلطی نظر نہیں آئی۔ کتب اور تراجم میں بھی کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس پر قدغن لگائی جا سکے۔

افسوس ہے کہ محکمہ امور دینیہ نے جو رپورٹ پیش کی اس میں جج صاحبان کے ذہن میں زہر بھرنے کی مکمل کوشش کی گئی تھی۔ مثلاً اس میں یہ کہا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے عثمانی سفیر حسین کامی کی بے عزتی کی تھی۔ اسی طرح یہ کہا گیا کہ جب انگریزوں کی فوج استنبول میں داخل ہوئی تو قادیان میں مٹھائی تقسیم کی گئی وغیرہ وغیرہ۔ ہمارے وکیل نے مجھے بتایا کہ ان اُمور کا ہمارے کیس کے ساتھ ہر گز کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے اس کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جس دن ہمیں عدالت میں پیش ہونے کے لئے تیار رہنے کا حکم ملا۔ ہم تینوں جلدی تیار ہوگئے لیکن جیل انتظامیہ کی طرف سے تاخیر ہوئی۔ ہمیں صبح دس بجے کے قریب عدالت جانے کی اطلاع دی گئی تھی لیکن جیل سے روانگی ہی کئی گھنٹے تاخیر سے ہوئی۔ ہمیں ایک بکتر بند گاڑی میں استنبول لے جایا گیا۔ جب ہم عدالت پہنچے تو کھانے کا وقفہ ہوگیا اور ہمیں قریباً دو گھنٹے بکتر بند گاڑی میں ہی بیٹھنا پڑا۔ اگست کا مہینہ تھا اور شدید گرمی تھی اسی حالت میں ہم ایک بند گاڑی میں بیٹھے رہے۔ گرمی کی وجہ سے ہم سر سے پاؤں تک پسینہ میں شرابور تھے۔ یہاں میں عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ جب ہم گرفتار ہو کر بائرام پاشا جیل گئے تو شدید سردی تھی اور میں اوور کوٹ سمیت ہی سو گیا تھا۔ لیکن اب اتنی شدید گرمی تھی کہ ہم پسینہ سے لت پت ہو رہے تھے۔ قریباً چار بجے کے قریب ہمیں عدالت کے اندر لے جایا گیا۔ ہمیں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں جن کے بارہ میں میرے آقا سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ اگر تقدیر الٰہی سے کوئی عاشق اسیر ہوجائے تو وہ اپنے ہاتھوں کی زنجیر کو چوم لیتا ہے کہ یہ میرے محبوب کی طرف سے ہے۔ پس یہی ہماری کیفیت تھی۔ حسب وقواعد عدالت کے اندر جانے سے قبل ہماری ہتھکڑیاں اُتار دی گئیں لیکن عدالت کے اندر بھی سپاہی ہمارے سروں پر کھڑے رہے۔ عدالت کا کمرا کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ میں یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ چیف جج صاحب بہترین الفاظ میں بلا کم وکاست ملزم کے بیان کا خلاصہ معین الفاظ میں سٹینو گرافر کو درج کرا رہے ہیں۔ تمام ملزمان کے بیانات مکمل ہونے پر قریباً نصف گھنٹہ کا وقفہ کیا گیا اور پھر دوبارہ ہمیں عدالت میں طلب کیا گیا۔ بیانات کے اندراج کے بعد باہر نکلتے ہوئے ہمیں دوبارہ ہتھکڑیاں لگا دی گئیں ۔ جب ہمیں دوبارہ پیش کیا گیا تو حسب قواعد دوبارہ ہتھکڑیاں اُتار دی گئیں اور اس طرح عدالت لے جایا گیا۔ چیف جج نے ہماری رہائی کا حکم دیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ کیس جاری رہے گا اور آئندہ ساعت کی تاریخ دے دی۔

برادرم مکرم عثمان شکر معلّم نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ہم تینوں جیل سے بند گاڑی میں عدالت گئے ہیں لیکن عدالت پہنچ کر وہ گاڑی گھوڑوں میں تبدیل ہو گئی اور ہم تینوں آزادی سے پھر رہے ہیں۔ یہ خواب من و عن پوری ہوئی۔ الحمد للہ۔

عاجز نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں ایک پانی کے نالے کے اندر کھڑا ہوں جس کا پانی انتہائی شفاف ہے۔ ایک مچھلی تیرتی ہوئی آتی ہے جس کا قد قریباً چھ فٹ ہے۔ میں بڑی آسانی سے اُس مچھلی کو پکڑ کر باہر نکال دیتا ہوں۔ پھر ایک اور مچھلی تیرتی ہوئی آتی ہے جس کی لمبائی قریباً نو فٹ ہے۔ میں اُسے بھی بڑی آسانی سے پکڑ کر باہر نکال دیتا ہوں۔ پھر ایک اور مچھلی تیرتی ہوئی آتی ہے جس کا قد قریباً چھ فٹ کے قریب ہے۔ میں اُسے پکڑنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ تڑپتی ہے اور قابو نہیں آئی۔ بعض احباب اُس پانی کے نالے کے کنارے پر کھڑے ہیں وہ مجھے کہتے ہیں کہ مربی صاحب! اس مچھلی کو رہنے دیں ہمارے پاس دو مچھلیاں ہیں وہی کافی ہیں۔ پھر میں خواب میں ہی ان مچھلیوں کو گوشت احباب کے ساتھ مل کر کھایا۔ یہ خواب اس طرح پورا ہوا کہ عدالت کے تین جج تھے۔ ایک چیف جج صاحب اور اُن کے ساتھ دو اور جج صاحبان تھے۔ چیف جج صاحب اور باقی دو جج صاحبان میں سے ایک جج صاحب نے تو ہمارے حق میں فیصلہ دیا جبکہ تیسرے جج صاحب نے ہمارے خلاف فیصلہ دیا۔ بہرحال چونکہ دو جج صاحبان نے ہمارے حق میں فیصلہ دیا تھا لہٰذا ہمیں جیل سے رہا کردیا گیا۔

عدالت سے رہائی کا حکم ملنے کے بعد ہم نے جیل جانا تھا اور وہاں جاکر ہماری رہائی ہونی تھی۔ ہمیں دوبارہ بکتر بند گاڑی میں بٹھادیا گیا۔ ہمارا خیال تھا کہ اب سیدھے جیل جائیں گے لیکن وہ بکتر بند گاڑی یا فوجی ٹرک مختلف گلیوں میں سے ہوتا ہوا بالآخر ایک جگہ جا کر رُک گیا۔ ہم تو اسی ٹرک کے اندر ہی مقید رہے۔ جبکہ ہمارے کیپٹن صاحب جو ہمیں عدالت لے کر جانے والی گارڈ کے انچارج تھے وہ اُتر کر ایک باغیچہ میں بیٹھ کر کسی دوست کے ساتھ مل کر چائے پیتے ہوئے نظر آئے۔ جیل پہنچتے ہی جیل کے منتظمین نے فوراً ہماری رہائی کی کاروائی شروع کردی اور ہماری اشیاء اُٹھانے میں ہماری مدد بھی کی۔ ہمارے وکیل صاحب اپنی کار پر ہمیں لینے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے اپنا فون نمبر ہمیں دیا اور بار بار تلقین کی کہ اگر کوئی ایمر جنسی پیش آجائے تو اُنہیں فوراً مطلع کردیا جائے۔ بہرحال میں نے وہ رات بطور مہمان مکرم عثمان شکر معلم کے گھر میں گزاری اگلے روز مکرم وکیل صاحب مجھے ائیر پورٹ چھوڑنے کے لئے بھی تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ ترکی پولیس کا طرز عمل یہ ہے کہ جب کوئی غیر ملکی کسی عدالت سے رہا ہو کر آتا ہے تو پولیس اُسے اپنے قبضہ میں لے لیتی ہے اور دو تین دن حوالات میں رکھنے کے بعد اُس کو ڈی پورٹ کیا جاتا ہے۔ لیکن آپ غالباً پہلے غیر ملکی ہیں جنہیں حوالات میں رکھ کر ڈی پورٹ نہیں کیا جا رہا۔

میں نے اپنے بھائی عزیزم منیر احمد جاوید پرائیویٹ سیکرٹری کو فون کیا تو میرے بھائی نے مجھے مشورہ دیا کہ میں سیدھا لندن پہنچوں اور حضور انور سے ملاقات کرکے پھر جرمنی جاؤں۔ جب میں لندن Heathrow Airport پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میرے استقبال کے لئے جماعت کے متعدد معزز اور مرکزی نمائندگان جمع ہوئے ہوئے تھے۔ اسی طرح انگلستان کی جماعت اور ذیلی تنظیموں کے ممبران بھی وہاں موجود تھے۔ اس عزت افزائی پر میرا دل شکر اور اطمینان کے جذبات سے بھر گیا۔ علاوہ ازیں خدا تعالیٰ نے خلافت احمدیہ کے زیر سایہ افراد جماعت میں جو پیار، محبت، اخلاص اور برادرانہ تعلقات قائم کئے ہیں اُن کو صرف افرادجماعت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

جب سیدّنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو میرے لندن پہنچ کا علم ہوا تو آپ نے برادرم مکرم بشیر احمد کو فرمایا کہ کب ملاقات کروارہے ہو؟مجھے عزیزم منیر احمد جاوید صاحب نے تنبیہ کردی تھی کہ حضور اقدس کی صحت خراب ہے اور کمزوری زیادہ ہے اس لئے حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوکر زیادہ جذباتی ہونے سے اجتناب کروں۔ بہرحال میں حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بوسی کی سعادت حاصل کی۔ برادرم مکرم قوبلائی صاحب نے جیل کی ورکشاپ میں چینی کی ایک خوبصورت پلیٹ اپنے ہاتھوں

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

سے تیار کی تھی جس کے اندر ایک گھڑی لگائی گئی تھی۔ وہ انہوں نے جیل سے خرید کر مجھے دی تاکہ میں حضور کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کروں۔ چنانچہ خاکسار نے وہ تحفہ حضور کی خدمت میں پیش کردیا۔

جماعت انگلستان کی طرف سے میرے اعزاز میں ایک استقبالیہ کا انتظام کیا گیا۔ جس میں جماعت کے عہدیداران، نیز امیر صاحب انگلستان اور جلسہ سالانہ انگلستان کی خاطر آئے ہوئے متعدد مہمانا ن شریک ہوئے۔ عاجز نے مختصر خطاب کیا اور اپنے دو ترک ساتھیوں کا خصوصی اور باقی ترک احباب و خواتین کا عمومی طور پر ذکر کیا اور ان کے لئے دُعا کی درخواست کی۔ انگلستان میں دو دن قیام کے بعد خاکسار برادرم صدیق احمد ڈوگر آف آخن جرمنی کی گاڑی میں بیٹھ کر جرمنی پہنچا۔ جرمنی اور بیلجئم کے بارڈر پر امیر صاحب جرمنی کی طرف سے مکرم ڈاکٹر محمود احمد طاہر نیز بعض دیگر احباب نے اسی طرح ذیلی تنظیموں کے نمائندہ احباب نے میرا استقبال کیا۔ لجنہ اماء اللہ جرمنی سے بعض بہنیں بھی عاجز کے استقبال کےلئے موجود تھیں۔

یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ ترکی میں اِس کیس کا فیصلہ جماعت کے حق میں ہوگیا۔ لیکن حکومت نے اس فیصلہ کے خلاف اُوپر والی عدالت میں اپیل دائر کردی۔ یہ اپیل سراسر خلاف توقع تھی کیونکہ حکومت کے پاس قطعاً کوئی ثبوت بھی نہیں تھا جس سے ثابت کیا جاسکے کہ جماعت احمدیہ ایک دہشت گرد جماعت ہے۔ بہرحال یہ کیس قریباً چا ر سال تک چلتا رہا اور بالآخر جماعت کے حق میں فائنل فیصلہ کردیا گیا۔

مکرم مولانا دوست محمد شاہد نے فرمایا تھا کہ یورپ کا پہلا اسیر راہ مولیٰ ڈاکٹر محمد جلال شمس ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ احباب اور خواتین سے عاجزانہ درخواست دعا ہے کہ مولا کریم اس اسیری کو میرے لئے مغفرت اور میرے خاندان کےلئے سعادت اور جماعت کےلئے ترقیات کا موجب بنادے۔ نیز اُن مخلص ترک احمدی بھائیوں اور بہنوں کےلئے بھی خیر و برکت کا موجب بنائے جنہوں نے اسیری کے یہ دن صبر و رضا سے برداشت کئے۔

چند خوابیں

مکرم ڈاکٹر شمیم احمد نے خواب میں دیکھا کہ وہ جیل میں خاکسار سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں۔ جب وہ جیل پہنچتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ جیل کا کمرہ جس میں خاکسار کو رکھا گیا ہے اُس میں شیشہ لگا ہوا ہے اور کمرے کا اندر والا حصہ نظر آرہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کیا دیکھتے ہیں کہ سیدّنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کمرہ کے اندر تشریف فرما ہیں اور خاکسار اپنے غُلام سے گفتگو فر ما رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب باہر ہی کھڑے ہو کر انتظار کر رہے ہیں۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کی نظر پڑتی ہے تو وہ ڈاکٹر صاحب سے فرماتے ہیں کہ آپ فکر نہ کریں ۔ یہ لوگ بخیر و عافیت ہیں اور ان شاء اللہ جلد ہی باہر آجائیں گے۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد مکرم ڈاکٹر صاحب بیدار ہو گئے اور آپ نے اسی وقت عزیزم منیر احمد جاوید پرائیوٹ سیکرٹری کو رات قریباً اڑھائی بجے فون کرکے جگایا اور اپنا خواب بیان کرتے ہوئے تسّلی دی۔ خواب میں ہی کیوں نہ ہو حضرت مسیح موعودؑ کا عاجز کے پاس تشریف لانا عاجز گنہگار کے لئے ہر لحاظ سے خیر و عافیت کا موجب ہے۔

ہماری گرفتاری سے قبل مسٹر عثمان کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ پولیس آئی ہے اور عثمان کو گرفتار کرکے لے گئی ہے۔ اس پر مسٹر محمت کہتے ہیں کہ گھبرائیں نہیں ان شاء اللہ ہم انہیں چھڑا کے لئے آئیں گے۔

مکرم عثمان شکر کی اہلیہ نے دیکھا کہ میں اپنے گھر سے باہر نکلتی ہوں۔ اچانک پولیس آکر مجھے گرفتار کرلیتی ہے اور ہتھکڑی لگادیتی ہے۔ میں رو رو کر اللہ سے دُعا کرتی ہوں کہ مولیٰ کریم مجھے چھڑا۔ اچانک پولیس والے کہتے ہیں کہ دیکھو اس عورت کے پیچھے کتنی تیز روشنی ہے یہاں سے بھاگو۔ اس پر ہتھکڑی غائب ہو جاتی ہے اور پولیس وہاں سے بھاگ کر غائب ہوجاتی ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ میرے ہاتھوں میں کوئی ہتھکڑی نہیں۔

نماز فجر کے بعد سویا تو خواب میں دیکھا کہ گویا کوئی جلسہ ہے جیسے جلسہ سالانہ ہوتا ہے۔ بہت سے احباب وہاں پھر رہے ہیں۔ اتنے میں مکرم عبد اللہ واگس ہاؤزر آتے ہیں اور مجھ سے ملتے ہیں۔ میں ان کے گلے لگ کر زار و قطار روتا ہوں۔ پھر ہم بھی جیسے جلسہ میں اد ھر اُدھر پھرنے لگتے ہیں۔ احباب مجھ سے پوچھتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ہمارا کیس ابھی جاری ہے۔ گویا کہ میں تو آزاد ہو کر آ گیا ہوں لیکن کیس کا ابھی آخری فیصلہ ہونا باقی ہے۔

ایک دن دوپہر کی نماز کے بعد قوبلائی نے خواب میں دیکھا کہ کہ ہم عدالت میں حاضر ہوئے ہیں۔ عدالت نے مجھے (شمس کو) چھوڑ دیا ہے لیکن دوسرے دونوں بھائیوں (قوبلائی اور شکر) کو ایک ماہ مزید جیل میں رہنے دیا ہے۔ عدالت ختم ہونے کے بعد قوبلائی جج سے باتیں کرتے ہیں اور وہ بہت دوستانہ رنگ میں کہتا ہے کوئی اچھا وکیل کریں اور ایک وکیل کا نام بھی لیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ موجود وکیل نے کیس اچھی طرح تیار نہیں کیا۔ غالباً مراد یہ ہے کہ ہم تینوں کو عدالت چھوڑ دے گی۔ میں جرمنی واپس چلا جاؤں گا اور یہ دونوں بھائی یہیں ترکی میں رہیں گے۔ اور ایک ماہ کے بعد دوسری پیشی ہوگی اور اس میں ہمارے کیس کا آخری فیصلہ سنایا جائے گا۔

صبح کے وقت عدالت میں حاضری سے ایک روز قبل آٹھ بجے جیل حکام کی طرف سے حاضری لی گئی۔ حاضری کے بعد میں سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ میں ایک جگہ ہوں۔ بعض مرد و خواتین بھی وہاں موجود ہیں ۔ ایسے لگتا ہے جیسے حضور کے دفتر کی عمارت ہوتی ہے۔ حضور ایک طرف سے مصافحہ کرنا شروع کرتے ہیں اور آگے چلتے چلے جاتے ہیں۔ کچھ دیر بعد میں سوچتا ہوں کہ میں نے مصافحہ کرنا تھا میں مصافحہ نہیں کر سکا۔ یہ سوچ کر میں دوسری طرف چلا جاتا ہوں اور دل میں کہتا ہوں کہ حضور واپس تشریف لائیں گے تو مصافحہ کروں گا۔ اتنی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ گویا میں حضور کے دفتر کے اندر ہوں۔ حضور تشریف لاتے ہیں اور آتے ہی مجھے گلے لگا لیتے ہیں۔ میں حضور سے لپٹ کر روتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ حضور ہم نے جیل میں بہت دعائیں کی تھیں۔ نیز عرض کرتا ہوں کہ میرے ساتھ یعنی قوبلائی اور عثمان وہ دونوں بھی حضور کو سلام عرض کرتے ہیں۔ اس کے بعد نظارہ بدل گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم رہا ہوں گے اور میں حضور سے ملوں گا اور ملاقات کرکے حضور کو حالات سے آگاہ کروں گا اور اپنے ترک بھائیوں کا سلام بھی پہنچاؤں گا۔

دیوانوں کی فہرست میں اک نام بڑھا دے

دیوانوں کی فہرست میں اک نام بڑھا دے
مجھ کو بھی خلافت کے غلاموں میں بنا دے

وہ شوق جنوں سوزِ جگر مجھ کو عطا ہو
تن من ہو خلافت پہ فدا ایسی فنا دے

ہر طور مقدم کروں دُنیا پہ میں دیں کو
پیمان یہ پورا ہو مجھے ایسی وفا دے

اکناف میں دنیا کے ہو وحدت کا چراغاں
توحید کے دیپک میں جلاؤں وہ ضیا دے

سائے میں خلافت کے ہے اب امنِ جہاں بھی
اے کاش سمجھ آئے یہ عالم کو بتا دے

بے فیض نہ حافظ کی کٹے زندگی مالک
اک بار خلیفہ کی زیارت تُو کرا دے

حافظ محمد مبرور

	10جون2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:13	19:02
مدینہ منورہ	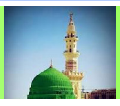	04:04	19:09
قادیان		03:44	19:33
ربوہ		03:23	19:16
اسلام آباد ٹلفورڈ	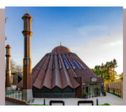	03:18	21:17